THE BOOK WAS DRENCHED

TEXT LIGHT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222540
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No ۸۹۱۵۴۳۱۲ Accession No ۷۹۹۷ 6997

Author س۔ 2

Title

نثری سرحس

This book should be returned on or before the date last marked below.

# سحر البیان

مثنوی میر حسن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۰۵ھ

معہ

دیباچہ مشتمل بر حالات مصنف

جسکو

ڈاکٹر جان گلکرسٹ

بہ ایما سے میر شیر علی افسوس نے سنہ ۱۲۱۸ھ م سنہ ۱۸۰۳ء میں لکھا

اور

کالج آف فورٹ ولیم کیلئے سنہ ۱۸۰۵ء میں طبع ہوا

# -OOL-B[illegible]

OR

MUSNUWEE

OF

MEER HUSUN,

*BEING A HISTORY OF THE PRINCE*

BENUZEER,

IN HINDOOSTANEE VERSE;

PUBLISHED UNDER THE PATRONAGE

OF

*THE COLLEGE OF FORT WILLIAM*

IN BENGAL.

Calcutta,

PRINTED AT THE HINDOOSTANEE PRESS,

1805.

# مثنوی میر حسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تصنیف جوسو جان سٹن صاحب

حمد کی لیاقت اُس صانع کو ہے جس نے عناصرِ اربع کو (کہ آپس میں ایک دوسرے
کی ضد ہیں) اپنی قدرتِ کاملہ سے ربط دیکر یکساں ٹھہرایا اور کیفیتِ متوسطہ
پر مرکبات کے اجسام کو بنایا اور انسان کو ہر مخلوق سے شریف تر اور لطیف
تر خلق کیا لا انس ناطقہ کے اندر اُسی سے پکڑا اور فہم کلیات و جزئیات کی
حقیقت سے ماہر ہوا یہاں تک کہ تعلیم و تعلم کا سلیقہ اُسے بخوبی آگیا
اور اُس کی زبان میں بھی استعداد ہر لغت کے تلفظ کی بخشی چنانچہ اُس
نے حسن اول کو پایا اسے کہہ لیا بلکہ سکھا دیا پس لازم ہے کہ اُس کے شکر
میں ہمیشہ زبان گویا رکھے اور اُس کی حمد کو ہر حال میں اپنا ورد کرے

نہ بھول اپنے خالق کو اے دل نہ بھول | کہ یاد اُس کی ہی دونوں جگ کا حصول
اُسی کو مددگار اپنا سمجھ | اُسی کو فقط یار اپنا سمجھ
بُرے وقت میں کوئی اُس کے سوا | تیرے کام آوے یہہ اِمکان کہا
محبت سے سب کی اُٹھا اپنا دل | فقط اُس سے ہی بس لگا اپنا دل
زبان تیری گویا رہے جب تلک | اور امکاں سُخن گا رہے جب تلک
کیا کر ثنائے جہاں آفریں | سُخن کوئی بس اُس سے بہتر نہیں
جو بعد اُس کے منظور ہو کوئی بات | تو کہہ نعت احمد شہِ کائنات

فی الواقع ستودہ خُدا سب انبیاء و اوصیا ہیں - تعریف اُنکی مُوافق مقدور ہر ایک کو ضرور ہی - خُصوصاً نعت و منقبت خاتم المرسلین اور اُس کے وصی امیرالمومنین (علیہما السلام) کی کہ انہوں ہی نے دُنیا میں ہم گُمراہوں کو راہ ہدایت کی بتلائی کہ ہم نے منزل ایمان کی بسہولت پائی - عاقبت میں بھی اُمید شفاعت کی اور نعماء جنت کی اُنہیں سے رکھتے ہیں

بھروسا کسی کا نہیں ایک ذرا | ہی اُن کا ہی ہم کو فقط آسرا
نبی و علی اپنے ہیں پیشوا | نبی و علی اپنے ہیں رہنما
اُنہیں سے ہے کونین میں مجھ کو کام | وے مولا ہیں میرے میں اُن کا غلام
دُرود اُن پہ اور اُن کی اولاد پر | بدل بھیجتا ہوں میں شام و سحر

بعد اِس حمد و نعت کے مثنوی سِحرُالبیان اِسم بامُسمّیٰ ہی کیونکہ اُس کا ہر شِعر اہلِ مذاق کے دلوں کے لُبھانے کو موہنی منتر ہی اور ہر داستان اُس کی سِحر سازی کا ایک دفترا جو چیز کہ حقیقت میں خوب ہوتی ہی - وہی طبائع کی مقبول ومرغوب ہوتی ہی ؛ راست ہی کہ انداز اُس کا سراپا اعجاز ہی اور وُہ ہر ایک صاحب طبیعت کی دمساز ا تعریف اُس کی جہاں تک کیجیئے بجا ہی کیونکہ فصاحت و بلاغت کا اُس میں ایک دریا بہا ہی ؛ احیاناً اگر کسی شِعر میں غلطی یا اُس کی بندش میں سُستی پائی جائے تو قابلِ نام دھرنے کے اور اِعتراض کرنے کے نہیں - اِس لیئے کہ جہاں ہُنر کی کثرت ہوتی ہی - وہاں عیب اِعتبار میں نہیں آتا اور تعرُّض اُس کا مُنصِف مزاجوں کو نہیں بھاتا -

بقول شخصے — شِعر گر اِعجاز باشد بے بلند و پست نیست

صِلے کا اُس کے ماجرا یہہ ہی کہ نوّاب وزیر اُلممالک آصفُ الدّولہ مرحوم نے ایک دوشالہ خاص اپنے اوڑھنے کا دست بُقچے میں سے نکلوا کر مُصنّف کو عنایت کیا - رُتبہ تو اُس کا البتّہ بڑھا پر دِل گھٹ گیا اِس لیئے کہ مطلب دِلی حاصل نہ ہوا لیکن یہہ کھوٹ صرف طالع کی ہی کیونکہ مال کھرا خریدار اِتنا بڑا اور سودا خاطر خواہ نہ ہوا بلکہ گھاٹا آیا

## یے چند سطریں مُصنّف کے حسَب و نسَب اور احوال میں

مُصنّف اُس کا میر حسَنِ دِہلوی مُتخلّص بحسَن - خلف میر غلام حُسین ضاحِک کا - وطن اجداد شہرِ ہرات قومِ سادات ۔ گردشِ فلکی سے اُنھوں نے شہرِ مذکور کو چھوڑا اور دِلّی میں آکر پُرانے شہر کا رہنا اِختیار کیا - وہاں یہہ بُزرگ پَیدا ہوا بالکہ سِنِ تمیز کو پُہنچا ۔ دادا اُس عالیقدر کا سُنتے ہیں کہ حاجی و فاضِل تھا لیکن باپ کو فضیلت نہ تھی مگر طالبُ العِلمی شرح مُلّا تلک پڑھا تھا پر فارسی میں اِستعداد اچھّی تھی بلکہ شعر بھی متین و رنگین گاہے گاہے اُس زبان میں کہتا تھا چُنانچہ یہہ رُباعی طبع زاد اُس کی راقم نے اُسی کی زبانی سُنی ہی

فریاد دِلا کہ غمگُساراں رفتند ‖ سیمیں بدنان و گُلعذاراں رفتند
چوں بوئے گُل آمدند بر باد سوار ‖ در خاک چو قطرہائے باراں رفتند

قصیدہ بھی ایک آدھ اُس مغفور کا رُتبہ دار دیکھا ہی لیکن ہزل پر ازبسکہ مزاج مرغوب تھا غزل کہنی ترک کی تھی ۔ قیامت ہنسوڑ اور ٹھٹھول تھا - تخلّص اُس کا اِس پر دال ہی - بظاہر نہایت ثِقہ اور مُتشرّع - اکثر عمّامہ عربی سبز سر پر بندھا رہتا تھا اور جامہ کم گھیر المل پتّی کا

گلے میں۔ داڑھی متوسط۔ لبیں لی ہوئیں۔ قد میانہ گندم گوں لیکن میر
حسن داڑھی منڈواتے تھے پر جامہ نیمہ اُن کا بھی ویسا ہی تھا۔ اور پگڑی
کی بندش قدیم ہندوستان زادوں کی سی۔ قد لنبا تھا اور رنگ گندمی
ہر چند وضع تو ایسی تھی پر شوخ مزاج و لطیفہ گو وے بھی تھے
نہ ہزال و فحاش۔ سوائے اِس کے بُردباری اور ملنساری اُن کی خلقت میں
تھی۔ کسی کو میں نے اُس عزیز سے شاکی نہیں پایا اور بیزار نہیں دیکھا
طبع اُس کی موزون طفولیت سے تھی۔ شعر کی طرف رغبت رکھتا تھا اکثر خواجہ
میر درد کی صحبت سے مستفید شاہجہان آباد میں لڑکائی کے بیچ ہوا ہی۔ بعد
برہم ہونے سلطنت کے شہرِ مذکور سے مجبور اپنے والد کے ساتھ صوبۂ اودھ
میں آیا۔ سکونت فیض آباد میں اختیار کی۔ علاقہ روزگار کا نوّاب سالار جنگ
بہادر مرحوم کی سرکار میں بہم پہنچایا مصاحب مرزا نوازش علی خان بہادر
سردار جنگ (دام ثروتہ) کا ہوا مرزائے موصوف بڑا بیٹا نوّاب مغفور کا ہی۔ خدا
اُسے سلامت رکھے کہ اشعار سے اُسے رغبت اور شعرا سے محبت ہی چنانچہ
میر مذکور کو بھی اُس نے اپنا جلیس و انیس کیا تھا اور وہ تھا بھی اُسی
لائق اگرچہ علم عربی مطلق اُسے نہ تھا۔ ہاں فارسیت تھی بلکہ جستہ جستہ شعر یا
کوئی رباعی کبھو کہہ بھی لیتا تھا لیکن علم مجلس میں بے بدل اور شعر ہندی

میں اکمل تھا - مشقِ سخن اُس نے اُسی مُلک میں میر ضیاءُالدّین ضیا
تخلّص سے (کہ ہم مشق مِرزا رفیعُ السّودا اور میر تقی کے تھے) کی تھی ، سِوائے اُن کے
مِرزا مرحوم سے بھی اُن کی غیبت میں اکثر اوقات اِصلاح لی تھی - چُنانچہ اُس
کا اقرار راقم کے سامھنے کیا ہی ، غرض میر مرحوم صاحبِ دیوان ہی غزل
رُباعی مثنوی مرسیئے میں سلیقہ نہایت خوب رکھتا تھا بلکہ سِوائے قصیدے
کے ہر قسم کی نظم پر قادر تھا سچ تو یہہ ہی کہ ادا بندی کا حق اُنّے خوب ادا کیا
اور انداز کا شعر کِس خوبی سے کہا (خُدا ایش بیامرزد) راقم کو اُس سے
دوستی دلی تھی کبھو خفگی و رنجش باہم نہیں ہوئی حالانکہ اُسی سرکار میں
میں بھی نوکر اور اُسی صاحب زادے کا ہمنشیں تھا دس برس تک دن
رات ایک جگہہ رہے بلکہ اکثر آپس میں غزلیں طرح ہوئیں اور صُحبتیں شعر
کی رہیں لیکن نہ بطورِ اِستفادے کے جیسا کہ نوّاب علی ابراہیم خانِ مغفور
نے بے تحقیق اپنے تذکرے میں لکھا ہی صاف اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ میں نے
مشورہ سخن کا اُس مرحوم سے بھی کیا ہی اگر یہہ بات حقیقت میں ہوتی
تو کچھہ عیب نہ تھا - ہر گاہ حقیر میر حیدر علی حیران کی شاگردی کا مُقر ہی
باوجود اِس کے کہ شاعری اُن کی میر حسن سے زیادہ نہ تھی - پھر کِس
لیئے اِس بات کا اِنکار کرنا قاعدہ یہی ہی کہ ایک سے سیکھتے ہیں اور

دوسرے کو سکھاتے ہیں لیکن جھوٹھی بات پر اقرار نہیں کیا جاتا اور سچی سے انکار نہیں ہو سکتا - آخر - چرخ تفرقہ پرداز نے باہم تفرقہ ڈالا اتفاقاً میرا روزگار سنِ گیارہ سی نناوے میں صاحبِ عالم مرزا جواں بخت کی سرکار میں ہوا میں اُن کے ہمراہ بنارس میں آیا - بعد اُس کے اُس بزرگ کو آخر ذیحج سنِ بارہ سی ہجری میں مرض الموت لاحق ہوا اندان غرۂ محرم کو (کہ سنِ بارہ سو ایک شروع ہو چکے تھے) اِس دارِ فانی سے اُس نے سرائے جاودانی کو کوچ کیا اور شہر لکھنؤ میں مفتی گنج کے بیچ مرزا قاسم علیخان بہادر دائم ظلہ کے باغ کے پیچھے مدفون ہوا - خدائے کریم اُس کو یہاں دارالسلام عطا کرے اور وہاں قصر جنت بخشے

---

عدم سے مسافر جو آیا ہی یہاں
رہے جگ میں ہر چند وہ ہر کہیں
نہ غفلت میں اپنی تو اوقات کھو
جہاں میں تو مہمان ہی چند روز
یہ مہلت غنیمت ہی کر لے وہ کام

مقرر وہ جاویگا ایک روز واں
پر اُس کا ٹھکانا ہی زیرِ زمیں
ارے بیخبر جاگتے میں نہ سو
ترے جسم میں جان ہی چند روز
کہ جس سے رہے تا ابد نیک نام

فی الواقع نیک نامی بھی عجب چیز ہی انسان کا نام اُسی سے دُنیا میں

رہتا ہی با کلام و اولاد سے - سو وہ خوش نصیب یے دونوں اُس شمیت چھوڑ گیا - چار بیٹے فضلِ الٰہی سے اُس کے اب تک موجود ہیں تین شاعر ہوئے . بود و باش اُنھوں نے فیض آباد میں اختیار کی - معاش نوکری پر ہی چُنانچہ میر مستحسن خلیق تخلّص اور میر مُحسن مُحسن تخلّص مرزا تقی بہو بیگم صاحب مادرِ آصف الدّولہ مدّ ظلّہا کے داماد کے رفیق ہیں اور میر احسن خُلق تخلّص داراب علیخان ناظر کے ساتھ ہی - یہ اور خلیق - دونوں صاحبِ دیوان ہیں اشعر اپنے باپ کے ہی انداز پر کہتے ہیں لیکن خلیق کا سر رشتہ اصلاح کا میان مُصحفی (سلمہ اللہ) سے تعلّق رکھتا ہی خُدا اُسے اور اُنھیں سلامت رکھّے یے چند فقرے بطورِ دیباچہ زُبدۂ نوئینانِ عالیشان مُشیرِ خاص شاہ کیوان بارگاہِ انگلستان مارکویس ولزلی لارڈ گورنر بہادر دام اقبالُہ کے عہد میں کہ بارہ سے اٹھارہ ہجری مُطابقِ سن اٹھارہ سے تین عیسوی کے ہیں حسبُ الارشاد صاحبِ والا مُناقب جان گلکرسٹ بہادر مُدرّسِ ہندی دام دولتہٗ کے اِس عاصی نے لکھے اور اُن کو اِس مثنوی کا ضمیمہ کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کروں پہلے توحیدِ یزداں رقم — جُھکا جس کے سجدے کو اوّل قلم

سرِ لوح پر رکھ بیاضِ جبیں — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں

قلم پھر شہادت کی اُنگلی اُٹھا — ہوا حرف زن یوں کہ ربُّ العلا

نہیں کوئی تیرا نہو نا شریک — تیری ذات ہی وحدہٗ لا شریک

پرستش کے قابل ہی تو اے کریم — کہ ہی ذات تیری غفور و رحیم

رہِ حمد میں تیری عزّ و جل — تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل

وہ الحق کہ الٰہی معبود ہی — قلم جو لکھے اُس سے افزود ہی

سبھوں کا وہی دین و ایمان ہی — یہ دل ہیں تمام اور وہی جان ہی

تر و تازہ ہی اُس سے گلزارِ خلق — وہ ابرِ کرم ہی ہوا دارِ خلق

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے
ولے پرورش سب کی منظور ہے

کسی سے بر آوے نہ کچھ کام جان
جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان

---

اگرچہ یہاں کہا ہے اور کہا نہیں
پر اُس بن تو کوئی کسی کا نہیں

موئے پر نہیں اُس سے رفت و گذشت
اُسی کی طرف سب کی ہے بازگشت

رہا کون اور کس کی بابت رہے
موئے اور جیتے وہی ہے وہی

یہاں سب میں اور سب میں ہے آشکار
یہ سب اُس کے عالم ہیں ہژدہ ہزار

ورے سب ہیں اُس سے وہ ہے سب سے پیش
ہمیشہ سے ہے اور رہیگا ہمیش

چمن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گل
کہ مشتاق ہیں اُس کے سب جزو و کل

اُسی سے ہے کعبہ اُسی سے کنشت
اُسی کا ہے دوزخ اُسی کی بہشت

جسے چاہے جنت میں دیوے مقام
جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

وہ ہے مالکُ الملکِ دنیا و دیں
ہے قبضے میں اُس کے زمان و زمیں

سدا بے نمودوں کی اُس سے نمود
دلِ بستگاں کی ہے اُس سے کشود

اُسی کی نظر سے ہے ہم سب کی دید
اُسی کے سخن پر ہے سب کی شنید

وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر
اُسی کے یہ ذرے ہیں شمس و قمر

نہیں اُس سے خالی غرض کوئی شے
وہ کچھ شے نہیں پر ہر اک شے میں ہے

نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

وہ ظاہر میں ہرچند ظاہر نہیں — پہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں
تامّل سے کیجے اگر غور کچھ — تو سب کچھ وہی ہی نہیں اور کچھ
اُسی گل کی بو سے ہی خوشبو گلاب — بھرے ہی لیئے ساتھ دریا حباب
پر اُس جوش میں آکے بہنا نہیں — سمجھنے کی ہی بات کہنا نہیں
قلم گو زباں لاوے اپنی ہزار — لکھے کس طرح حمدِ پروردگار
کہ عاجز ہی یہاں انبیا کی زباں — زبانِ قلم کو یہہ قدرت کہاں
اس عہدے سے کوئی بھی نکلا کہاں — سوا عجز درپیش یہاں کچھ نہیں
وہ معبود یکتا خدائے جہاں — کہ جس نے کیا کُن میں کون و مکاں
دیا عقل و ادراک اُس نے ہمیں — کیا خاک سے پاک اُس نے ہمیں
پیغمبر کو بھیجا ہمارے لیئے — وصی اور امام اُس نے پیدا کیئے
جہاں کو اُنھوں نے دیا انتظام — بُرائی بھلائی سُجھائی تمام
دکھائی اُنھوں نے ہمیں راہِ راست — کہ تا ہو نہ اُس راہ کی باز خواست
سو وہ کون سی راہ شرعِ نبی — کہ رستے کو جنّت کے سیدھی گئی

## نعت حضرت رسالت پناہ کی

نبی کون یعنے رسولِ کریم — نبوت کے دریا کے دُرِّ یتیم
ہوا جو کہ ظاہر میں اُمّی لقب — پہ علمِ لدنّی کھلا دل پہ سب

بغیر از لکھے اور کئے بے رقم ‏ ‏ چلی حکم پر اس کے لوح و قلم
ہوا علم دین اس کا جو آشکار ‏ ‏ گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار
اٹھا کفر و اسلام ظاہر کیا ‏ ‏ بتوں کو خدائی سے باہر کیا
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے ‏ ‏ بنایا نبوت کا حقدار اسے
نبوت ہوئی اس پہ حق نے تمام ‏ ‏ لہٰذا اشرف الناس خیر الانام
بڑھایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے ‏ ‏ خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
کروں اس کے رتبے کا کیا میں بیاں ‏ ‏ کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں
مسیح اس کی سرکار کا بار دوز ‏ ‏ تجلی طور اس کی مشعل فروز
خلیل اس کے گلزار کا باغباں ‏ ‏ سلیماں سے کئی چوبدار اس کے یہاں
خضر اس کی سرکار کا آبدار ‏ ‏ زرہ ساز داود سے وس ہزار
محمد کی مانند بلک دیکھی نہیں ‏ ‏ ہوا ہی نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
یہ تھی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا ‏ ‏ کہ رنگ دوئی واں تک آیا نہ تھا
نہ ہونے کے سائے کا تھا یہ سبب ‏ ‏ ہوا صرف پوشش میں کعبے کی سب
وہ قد اس لیئے تھا نہ سایہ فگن ‏ ‏ کہ تھا کل وہ یک معجزے کا بدن
بنا سایہ اس کا لطیف اس قدر ‏ ‏ نہ آیا لطافت کے باعث نظر
عجب کیا جو اس گل کا سایہ نہ ہو ‏ ‏ کہ تھا وہ گل قدرت حق کی بو

خوش آیا نہ سایے کو ہونا جدا ‖ اُسی نور حق کے رہا زیر پا

نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھانو ‖ کسی کا نہ منھہ دیکھا دیکھہ اُس کے پانو

وہ ہونا زمین گیر کیا فرش پر ‖ قدم اُس کے سایے کا تھا عرش پر

نہونے کے سایے کی ایک وجہہ اور ‖ مجھے خوب سوجھی یہ ہی شرط غور

جہاں تک کے تھے یہاں کے اہل نظر ‖ سمجھہ سایہ نور کحل البصر

سبھوں نے لیا پتلیوں پر اُٹھا ‖ زمین پر نہ سایے کو گرنے دیا

سیاہی کی پتلی کا ہی یہہ سبب ‖ وہی سایہ پھرتا ہی آنکھوں میں اب

اگر نہ یہ تھی چشم اپنی کہاں ‖ اُسی سے یہہ روشن ہی سارا جہان

نظر سے جو غایب وہ سایہ رہا ‖ ملایک کے دل میں سمایا رہا

نہیں ہمسر اُس کا کوئی جز علی ‖ کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

ہوئی جو نبوت نبی پر تمام ‖ ہوئی نعمت اُس کے وصی پر تمام

## منقبت حضرت امیرالمومنین کی

علی دین و دُنیا کا سردار ہی ‖ کہ مختار کے گھر کا مختار ہی

دیار امامت کے گلشن کا گل ‖ بہار ولایت کا باغ سُنبل

علی راز دار خدا و نبی ‖ خبر دار سر خفی و جلی

علی بندۂ خاص درگاہِ حق — علی سالکِ رہ روِ راہِ حق

علیِ ولیِ ابنِ عمِّ رسول — لقب شاہِ مردان و زوجِ بتول

کہے یوں جو چاہے کوئی بیر سے — پہ نسبت علی کو نہیں غیر سے

خدا نفسِ پیغمبرش خواندہ است — دگر افضلیّت بکس ماندہ است

یہاں بات کی بھی سمائی نہیں — نبی و علی میں جُدائی نہیں

نبی و علی ہر دو نسبت بہم — دو تا و یکے چوں زبانِ قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی — علی کا مُحب جنّتی جنّتی

نبی اور علی فاطمہ اور حسن — حُسین ابنِ حیدر یہ ہیں پنج تن

ہوئی اُن پہ دو جگ کی خوبی تمام — اُنھوں پر درود اور اُنھوں پر سلام

علی سے لگا تا بمہدیِ دیں — یہ ہیں ایک نورِ خُدائے بریں

اُنھوں سے ہی قائم اِمامت کا گھر — کہ بارہ ستون ہیں یہ اِثنا عشر

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہیں — حسابِ عمل سے یہ بے باک ہیں

ہوا یہاں سے ظاہر کمالِ رسول — کہ بہتر ہوئی سب سے آلِ رسول

سلام اُن پہ جو اُن کے اصحاب ہیں — وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہیں

خُدا نے اُنھوں کو کہا مومنیں — وہ ہیں زینتِ آسمان و زمیں

خدا اُن سے راضی رسول اُن سے خوش ‖ علی اُن سے راضی بتول اُن سے خوش
ہوئی فرض اُن کی ہمیں دوستی ‖ کہ ہیں دل سے دو جاں نثارِ نبی

## مُناجات

الٰہی بحقِ رسولِ امیں ‖ بحقِ علی و باصحابِ دیں
بحقِ بتول و بآلِ رسول ‖ کروں عرض جو میں سو ہووے قبول
الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں ‖ گناہوں میں اپنے گراں بار ہوں
مجھے بخشیو میرے پروردگار ‖ کہ ہے تو کریم اور آمرزگار
میری عرض یہہ ہے کہ جب تک جیوں ‖ شرابِ محبت کو تیری پیوں
سوا تیری اُلفت کے اور سب ہی ہیچ ‖ یہی ہو نہ ہو اور کچھہ ایچ پیچ
جو غم ہو تو ہو آلِ احمد کا غم ‖ سوا اُس الم کے نہ ہو کچھہ الم
رہے سب طرف سے میرے دل کو چین ‖ بحقِ حسن اور بحقِ حسین
کسی سے نکرنی پڑے التجا ‖ تو کر خود بہ خود میری حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجھہ کو رکھہ ‖ خوشی سے ہمیشہ خدا مجھہ کو رکھہ
میری آل اولاد کو شاد رکھہ ‖ میرے دوستوں کو تو آباد رکھہ
میں کھاتا ہوں جس کا نمک ای کریم ‖ سدا رحم کر اُنپہ تو ای کریم
جیوں آبرو اور حرمت کے ساتھہ ‖ رہوں میں عزیزوں میں عزت کے ساتھہ

بر آوین مرے دین و دنیا کے کام || بحق محمد علیہ السلام

## تعریف سخن کی

پلا مجھ کو ساقی شراب سخن || کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے || سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہیں عقلمند || سخن سے ہے نام نکویاں بلند
سخن کی کریں قدر مردان کار || سخن نام اُن کا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتے ہیں کام || جنھیں چاہیئے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہی || زبانِ قلم سے برائی رہی
کہاں رُستم و گیو و افراسیاب || سخن سے رہی یادیہ نقلِ خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے || جواہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے || سخن سنج اُس کا خریدار ہے
رہے جب تلک داستان سخن || الٰہی رہے قدردانِ سخن

## مدح شاہ عالم بادشاہ کی

خدیوِ فلک شاہِ عالی گہر || زمیں بوس ہوں جس کے شمس و قمر
جہاں اُس کے پرتو سے ہے کامیاب || وہ ہے برجِ اقلیم میں آفتاب
اُس مہر سے ہے منور یہ ماہ || جہاں ہووے اور ہو جہاں دار شاہ

وہ مہرِ منوّر یہہ ماہِ منیر || اور اُس کا یہہ نجم سعادت وزیر

## مدح وزیر آصف الدّولہ کی

فلک رُتبہ نوابِ عالی جناب || کہ ہی آصف الدّولہ جس کا خطاب

وزیرِ جہاں حاکمِ عدل و داد || ہی آبادیِ مُلک جس کی مُراد

جہاں عدل سے اُس کے آباد ہی || غریبوں فقیروں کا دِل شاد ہی

پھرے بھاگتا موز سے فیل مست || زبَر دست ظالم پہ ہی زیر دست

کتاں پر کرے مہ اگر بد نظر || تو آدھا اِدھر ہووے آدھا اُدھر

کِسی کا اگر مُفت لے زُلف دِل || تو کھایا کرے پیچ وہ متّصل

وہ اِنصاف سے جو گُذرتا نہیں || کِسی پر کوئی شخص مرتا نہیں

تو ہو باگ بکری میں کچھہ گفت وگو || اگر اُس کا چیتا نہووے کبھو

گر آواز سُن صید کی کچھہ کہے || تو باز آے تّچک کہ بحری رہے

پھرے شمع کے گرد گر آکے چور || صبا کھینچ لیجاوے اُس کو بہ زور

نہ لے جب تلک شمع پروانگی || پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی

اگر آپ سے اُس پہ وہ آگرے || تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے

گر احیاناً اُس کے جلایں بال و پر || تو گُلگیر لے شمع کا کاٹ سر

کرے عدل کی جو طرح یاد ہی || کِسے یاد ہی یہہ خدا داد ہی

ستم اُس کے ہاتھوں سے رویا کرے — سدا فتنۂ دہر سویا کرے
گھروں میں فراغت سے سوتے ہیں سب — پڑے گھر میں چور اپنے روتے ہیں سب
وہ ہی باعثِ امنِ خورد و کلاں — کہ ہی نام سے اُس کے مشتق اماں
بیانِ سخاوت کروں گر رقم — تو دُر ریز کاغذ پہ ہووے قلم
نظر سے تو جُھک کی دیکھا جدھر — دیا مثلِ نرگس اُسے سیم و زر
سخاوت یہہ ادنیٰ سے ایک اُس کی ہی — کہ ایک دن دوشالے دیئے سات سی
یہوا اُس کے ہی اور یہہ داستاں — کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جاں
ہوئی کم جو ایکبار کچھ برشکال — گرانی سی ہونے لگی ایک سال
غریبوں کا دم سا نکلنے لگا — تو گُل کا بھی پاؤں چلنے لگا
وزیرُ الممالک نے تدبیر کر — خُدا کی دیا راہ پر مال و زر
محلے محلے کیا حکم یہہ — کہ باوے سے اِس غم کے کھولیں گرہ
یہہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیئے — تکے لاکھ لاکھ ایک دن میں دیئے
یہہ لغزش پڑی مُلک میں جو تمام — لیا ہاتھ نے اُس کے گرتوں کو تھام
فقیروں کی بھی یہاں تلک تو بنی — کہ یکایک یہاں ہو گیا ہی غنی
یہہ کیا دخل آواز دے جو گدا — چٹکنے کی گُل کے نہ ہووے صدا
قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی — تو صحبات سے جاوے زمیں پر گری

نہو اُس کا شایاں جو ابرِ کرم — اثر ابرِ نیساں سے ہووے عدم
ہر ایک کام اُس کا جہاں کی مُراد — فلاطوں طبیعت ارسطو نژاد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہی بشر — تب اُس کو دیا ہی بہہ کچھ مال و زر
لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیاں — قلم ہو مرا رُستمِ داستاں
غضب سے وہ ہاتھہ اپنا جس پر اُٹھاوے — اجل کا تماچا قسم اُس کی کھاوے
کرے جس جگہہ زور اُس کا نمود — دِل آہن کا اُس جا پہ ہووے کبود
چلے تیغ گر اُس کی روزِ مُصاف — نظر آوے دُشمن کا میدان صاف
اگر بیحیائی سے کوئی عدو — ملا دیوے اُس تیغ سے مُنہہ کبھو
تو ایسے ہی کھا کر گرے سر کے بل — کہ سر پر کھڑی اُس کے روِوے اجل
نہو کیوں کہ وہ تیغ برق غضب — کہ بُرِّش کی تشدید جوہر ہیں سب
لگاوے اگر کوہ پر ایک وار — گُذر جاے یوں جیسے صابُن میں تار
ہوئی ہمقسم اُس سے تیغ اجل — نکل آے یہہ گر پڑے وو اُگل
غضب سے غضب اُس کے کانپا کرے — تہوّر بھی ہیبت سے اُس کی ڈرے
اور اُس زور پر ہی یہہ حلم و حیا — کہ ہی خُلق کا جیسے دریا بہا
جہاں تک کہ ہیں علم و کسب و کمال — ہر ایک فن میں ماہر ہی وہ خوش خصال
سخن داں سخن سنج شیریں زباں — وزیرِ جہاں و وحیدِ زماں

سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات | غوامض ہیں سب سہل اُس کے نکات
سلیقہ ہر ایک فن میں ہر بات میں | نکلتی نئی بات دن رات میں
سدا سیر پر اور تماشے پہ دِل | کُشادہ دلی اور خوشی متصل
نہ ہو اُس کو کیونکر ہوائے شکار | تہوّر شعاروں کا ہی یہہ شعار
دلیروں کے تئیں ہی دلیروں سے کام | کہ رہتا ہی شیروں کو شیروں سے کام
شہاں را ضرور است مشق شکار | کہ آید بہ اِی صید دلہا بکار
کُھلے بند جتنے ہیں صحرا میں صید | ہیں نوّاب کے دامِ اُلفت میں قید
ز مہرش دلِ آہواں سوختہ | بفتراکِ او چشمہا دوختہ
شجاعت کا ہمّت کا یہہ کام ہی | درم ہاتھہ میں ہی کہ یا دام ہی
نہ ہوتا اگر اُس کو عزمِ شکار | درندوں سے بچتا نہ شہر و دیار
نہ بچتے جہاں بیچ خورد و بزرگ | یہہ ہو جاتے سب لقمۂ شیر و گرگ
یہ اِنسان پر اُس کا اِحسان ہی | کہ بے خوف اِنسان کی جان ہی
بنائی جہاں اُس نے نخچیر گاہ | رہے صید واں آکے شام و پگاہ
رکھا صیدِ بحری پہ جس دم خیال | لیا پُشت پر اپنی ماہی نے جال
مگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر | کہ تاپو پہ گرتے ہیں آن آن کر
یہ سمجھو نکلتے ہیں دریا میں سوس | خوشی سے اُچھلتے ہیں دریا میں سوس

چرندوں کا دِل اُس طرف ہی لگا ۔ پرندوں کو رہتی ہی اُس کی ہوا

پلنگوں کا ہی بلکہ چِتنا یہی ۔ کمر آ بندھاوے ہماری وہی

کھڑے اڑتے ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ ۔ کہ جی کون دیتا ہی بد بد کے ہوڑ

خبر اُس کی سُن کر نہ گینڈا چلے ۔ کہ ہاتھی بھی ہو مست اینڈا چلے

جو کُچھ دِل میں گینڈے کے آوے خیال ۔ تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال

اِطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل ۔ پلک اُس کی آنکھوں میں ہو تفتہ میل

سو وہ تو اِطاعت میں یکدست ہیں ۔ نشے میں محبت کے سب مست ہیں

اُسی کے لیئے گو کہ ہیں وے پہاڑ ۔ قدم اپنے رکھتے ہیں سب گاڑ گاڑ

کہ شاید مُشرّف سواری سے ہوں ۔ سرافراز چلکر عماری سے ہوں

چاِن جب یہہ کُچھ ہوویں حیوان کے ۔ تو پھر حق بجانب ہی اِنسان کے

کِسے ہو نہ صُحبت کی اُس کی ہوس ۔ ولے کیا کریں جو نہ ہو دست رس

[illegible] بارگاہا مالک در گہا ۔ جُدا ہیں جو قدموں سے تیرے رہا

نہ کُچھ عقل نے اور تدبیر نے ۔ رکھا مُجھ کو محروم تقدیر نے

پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش ۔ دیا ہی مدد سے تیری مُجھ کو ہوش

[illegible] میں یک کہانی بنا کر نئی ۔ دُرِ فِکر سے گوندھ لڑیاں کئی

آیا ہوں خِدمت میں بہرِ نیاز ۔ یہہ اُمّید ہی پھر کے ہوں سر فراز

مرے عذرِ تقصیر ہوویں قبول | بہ حقِّ علی و بہ آلِ رسول
رہے جاہ و حشمت یہہ تیری مدام | بحقِّ محمّد علیہِ السّلام
رہیں شاد و آباد سب خیر خواہ | پھریں اِس گھرانے کے دُشمن تباہ
اب آگے کہانی کی ہی داستاں | ذرا سُنیو دِل دیکے اُس کا بیاں

## آغازِ داستان

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ | کہ تھا وُہ شہنشاہِ گیتی پناہ
بُہت حشمت و جاہ و مال و منال | بُہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اُس کو دیتے تھے باج | خطا اور خُتن سے وُہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اُس کی فوج | تو کہتا کہ ہی بحرِ ہستی کی موج
طویلے کے اُس کے جو ادنی تھے خر | اُنھیں نعل بندی میں ملتا تھا زر
جہاں تک کہ سرکش تھے اطراف کے | وُہ اُس شہ کے رہتے تھے قدموں لگے
رعیت تھی آسودہ و بے خطر | نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد | کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
لگے تھے ہر ایک جاپہ واں سنگ و خشت | ہر ایک کوچہ اُس کا تھا رشکِ بہشت
زمیں سبز و سیراب عالم تمام | نظر کو طراوت وہاں صبح و شام
کہیں چاہ منبع کہیں حوض و نہر | ہر ایک جاپہ آبِ لطافت کی لہر

عمارت تھی گچ کی واں بیشتر ‎ ‎ ‎ کہ گذرے صفائی سے جس پر نظر
کروں اُس کی وُسعت کا کیا میں بیاں ‎ ‎ ‎ کہ جوں اصفہاں تھا وہ نصفِ جہاں
ہنرمند واں اہلِ حرفہ تمام ‎ ‎ ‎ ہر ایک نوع کی خلق کا اژدحام
جہاں تک کہ رستے تھے بازار کے ‎ ‎ ‎ کہے تو کہ تختے تھے گلزار کے
یہہ دلچسپ بازار تھا چوک کا ‎ ‎ ‎ کہ ٹھہرے جہاں بس وہیں دل لگا
وہ پختہ دوکانوں کی دیوار و در ‎ ‎ ‎ سفیدی پہ جس کی نہ ٹھہرے نظر
صفا پر جو اُس کے نظر کر گئے ‎ ‎ ‎ اُسے دیکھہ کر سنگ مرمر گئے
کہوں قلعے کی اُس کے کیا میں شکوہ ‎ ‎ ‎ گئے دب بلندی کو دیکھہ اُس کی کوہ
وہ دولت سرا خانۂ نور تھا ‎ ‎ ‎ سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
ہمیشہ خوشی رات دن سیرِ باغ ‎ ‎ ‎ نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ ‎ ‎ ‎ نہ تھا زیست سے کوئی اپنی بتنگ
غنی واں ہوا جو کے آیا تباہ ‎ ‎ ‎ عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر ‎ ‎ ‎ ہوئے اُس کی دولت سے گھر گھر امیر
کہاں تک کہوں اُس کا جاہ و حشم ‎ ‎ ‎ محل و مکاں اُس کا رشکِ ارم
[illegible]وں سے صحبت اُسے ‎ ‎ ‎ سدا جامہ زیبوں سے رغبت اُسے
[illegible]وں پری پیکر اُس کے غلام ‎ ‎ ‎ کمربستہ خدمت میں حاضر مدام

کسی طرف سے وُہ نہ رکھتا تھا غم — مگر ایک اولاد کا تھا الم
اِسی بات کا اُس کے تھا دل پہ داغ — نہ رکھتا تھا وُہ اپنے گھر کا چراغ
دِنوں کا عجب اُس کے یہہ پھیر تھا — کہ اُس روشنی پر یہہ اندھیر تھا
وزیروں کو ایک روز اُس نے بُلا — جو کچھہ دل کا احوال تھا سو کہا
کہ میں کیا کرونگا یہہ مال و منال — فقیری کا ہے میرے دل کو خیال
فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج — نہ پیدا ہوا وارثِ تخت و تاج
جوانی مری ہو گئی سب بسر — نمودار پیری ہوئی سر بسر
دریغا کہ عہدِ جوانی گذشت — جوانی مگو زندگانی گذشت
بہت مُلک پر جان کھویا کیا — بہت فکرِ دُنیا میں رویا کیا
زہے بے تمیزی و بے حاصلی — کہ از فکرِ دُنیا زدیں غافلی
وزیروں نے کی عرض کا ہے آفتاب — نہ ہو تجھہ کو ذرہ کبھی اضطراب
فقیری جو کیجے تو دُنیا کے ساتھہ — نہیں خوب جانا اُدھر خالی ہاتھہ
کرو سلطنت ایسے اعمالِ نیک — کہ تا دو جہاں میں رہے حالِ نیک
جو عاقل ہوں وے سوچ میں تک رہیں — کہ ایسا نہ ہووے کہ پھر سب کہیں
تو کارِ زمیں را نکو ساختی — کہ بر آسماں نیز پرداختی
یہہ دُنیا جو ہے مزرعِ آخرت — فقیری میں ضایع کرو اِس کو مت

عبادت سے اس کشت کو آب دو — وہاں جا کے خرمن ہی تیار لو
رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات — کہ اس فیض سے ہی تمھاری نجات
مگر ہاں یہ اولاد کا ہی جو غم — سو اس کا تردد بھی کرتے ہیں ہم
عجب کیا کہ ہو وے تمھارے خلف — کرو تم نہ اوقات اپنی تلف
نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو — کہ قرآں میں آیا ہی لا تقنطو
بلاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو — نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو
سنائی تو دی شاہ کو اس نمط — ولے اہل تنجیم کو بھیج [illegible]
نجومی و رمال اور برہمن — غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن
بلا کر انھیں شہ کنے لے گئے — جو ہیں رو برو شہ کے وے سب گئے
پھرا جب نظر وہ شہ تاج و تخت — دعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت
کیا قاعدے سے نہوڑ کر سلام — کہا شہ نے میں تم سے رکھتا ہوں کام
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب — میرا ہی سوال اس کا لکھو جواب
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں — کسی سے بھی اولاد ہی یا نہیں
یہ سنکر وے رمال طالع شناس — لگے کھینچنے زائچے بے قیاس
دھرے تختے آگے لیا قرعہ ہاتھ — لگا دھیان اولاد کا جس کے ساتھ
[illegible] و شکلیں کئی تھیں سو پہلے ہم — کئی شکل سے دل گیا ان کا کھل

جماعت نے رمّال کی عرض کی — کہ ہی گھر میں امید کے کچھ خوشی
بہت سن ہم سے ای عالموں کے شفیق — بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق
بیاض اپنی دیکھی جو اس رمل کی — تو ایک ایک نکتہ ہی فرد خوشی
ہی اس بات پر اجتماع تمام — کہ طالع میں فرزند ہی تیرے نام
زن و زوج کے گھر میں آئیگی فرح — پیا کر میرا وصال کا تو قدح
نجومی بھی کہنے لگے در جواب — کہ ہم نے بھی دیکھی ہی اپنی کتاب
نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل — عمل اپنا سب کر چکا ہی زحل
ستارے نے طالع کے بدلے ہیں طور — خوشی کا کوئی دن میں آتا ہی دور
نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر — تو دیکھا کہ ہی نیک سب کی نظر
کیا پند تو ان نے جو اپنا بچار — تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
جنم پترا شاہ کا دیکھ کر — تلا اور بر چھک پہ کر کر نظر
کہا رام جی کی ہی تم پر دیا — چندر ماسا بالک تیرے ہو دیگا
مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب — کہ آیا ہی اب پانچواں آفتاب
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن — نہ ہو گر خوشی تو نہ ہوں برہمن
نصیبوں نے کی اب کے یا وری — کہ آئی ہی اب ساتویں مشتری
مقرر تیرے چاہئے ہو پترا — کہ دیتی ہی یوں اپنی پوتھی

ولیکن مقدر ہی کچھ اور بھی | کہ ہیں اس بھلے میں برے طور بھی
یہہ لڑکا تو ہوگا ولے کہا کہیں | خطر ہی اسے بارہویں برس میں
نہ آوے یہہ خورشید بالاے بام | بلندی سے خطرا ہی اس کو تمام
نہ نکلے یہہ بارہ برس رشک مہ | رہے برج میں یہہ مہ چار دہ
کہا شہ نے یہہ سن کے ان کے تئیں | کہو جن کا خطرا تو اس کو نہیں
کہا جان کی سب طرح خیر ہے | مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے
کوئی اس پہ عاشق ہو جن و پری | کوئی اس کی معشوق ہو استری

---

کچھ ایسا لکھا ہی پوتھی میں اب | خدا ہی ہو اس پر کسی کے سبب
ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم | کہ دنیا میں توام ہیں شادی و غم
کہا شہ نے اس پر نہیں اعتبار | جو چاہے کرے میرا پروردگار
یہہ فرما محل میں در آمد ہوئے | منجم وہاں سے بر آمد ہوئے
خدا پر زبس اس کو تھا اعتقاد | لگا مانگنے اپنی حق سے مراد
خدا سے لگا کرنے وہ التجا | لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا
نکالا مرادوں کا آخر سراغ | لگائی ادھر لو تو پایا چراغ
[illegible] کیا جو اثر | ہوئی کشت امید کو بار ور
[illegible]سی سال میں یہہ تماشا سنو | رہا حمل ایک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دل پہ گذرے تھے رنج و تعب | مبدل ہوئے وے خوشی ساتھ سب
خوشی سے پلا مجھ کو ساقی شراب | کوئی دم میں بجتا ہی چنگ و رباب
کروں نغمۂ تہنیت کو شروع | کہ اک نیک اختر کرے ہی طلوع

## داستان تولد ہونے کی شاہزادہ بے نظیر کے

گئے نو مہینے جب اس پر گذر | ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر
عجب صاحب حسن پیدا ہوا | جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
نظر کو نہ ہو حسن پر اس کے تاب | اسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب
ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر | رکھا نام اس کا شہ بے نظیر
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا | کئی نذریں گذرانیاں اور کہا
مبارک تجھے اے شہ نیکبخت | کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت
سکندر نژاد اور دارا حشم | فلک مرتبت اور عطارد رقم
رہے اس کے اقلیم زیر نگین | غلامی کریں اس کی خاقان چین
یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز | کئے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار | نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار
دوگانا بجرانئ شکر کا کر ادا | ہدیہ کیا بادشاہ نے جشن کا
دیے نذریں خواصوں کی خوبوں کی لے | انہیں خلعت و زر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
کہو خانساماں سے تیار ہو

نقیبوں کو بلوا کے یہہ کہہ دیا
کہ نقار خانے میں دو حکم جا

کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام
خبر سن کے یہہ شاد ہوں خاص و عام

یہہ مژدہ جو پہنچا تو نقارچی
لگا ہر جگہہ بادلہ اور زری

بنا تھا جو نقار خانے کا سبب
مہیا کر اسباب عیش و طرب

غلاف اس پہ بانات پر زر کے تانک
شتابی سے نقاروں کو سینک سانک

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

کہا زیر سے بم نے پھر شگون
کہ دوں دون خوشی کی خبر کیوں نہ دوں

بجے شادیانے جو واں اس گھڑی
ہوئی گرد و پیش آکے خلقت کھڑی

بہم ملکے بیٹھے جو شہنا نواز
نیا منہ سے پھر کی لگا اس پہ ساز

سروں پر وے سر پہنچ معمول کے
خوشی سے ہوئے گال گل پھول کے

لگے لینے اپجیں خوشی سے نئی
از انا لگا بجنے اور سگھڑی

تانکوروں میں نوبت کے شہنا کی دھن
سگھڑ سننے والوں کو کرنی تھی سن

تری اور فرنائے شادی کے دم
لگے بھرنے زیل اور کھرج میں بہم

[illegible] جو [illegible] کی ہوا
تھرکنے لگا تالیوں کو بجا

بجے سر سے عالم کو عشرت ہوئی
کہ لڑکے کے ہونے کی نوبت ہوئی

جہاں ایسے لگا تا بدلوانے عام — عجب طرح کا ایک ہوا اِزدحام
چلے لینے تاندہیتی وزیر و امیر — لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر
دیئے شاہ نے شاہزادے کے ناؤں — مشایخ کو اور پیرزادوں کو گاؤں
امیروں کو جاگیر لشکر کو زر — وزیروں کو الماس و لعل و گہر
خواصوں کو خوجوں کو جوڑے دیئے — پیادے جو تھے اُن کو گھوڑے دیئے
خوشی سے کیا یہاں تلک زر نثار — جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار
کیا بھاند اور بھکتیوں نے ہُجوم — ہوئی آئے آئے مُبارک کی دھوم
لگا کھنچنے چوند پڑنی تمام — کہاں تک میں لوں نرت کاروں کا نام
جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کے — دھنی دست کے اور آواز کے
جہاں تک کہ تھے گایک اور تنت کار — لگے گانے اور ناچنے ایک بار
لگے بجنے قانون و بین و رباب — بہا ہر طرف جوے عشرت کا آب
لگی تھاپ طبلوں پہ مِردنگ کی — صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی
کنچنیوں کو سازندیوں کو بنا — خوشی سے ہر ایک اُن کی تربانیں ملا
لگا تار پر موم مُرچنگ کے — ملا سُر طنبوروں کے یکرنگ کے
ستاروں کے پردے بنا کر دُرست — بجانے لگے سب وے چالاک و چست
گئی بین کی آسماں پر گمک — اٹھا گنبدِ چرخ سارا دھمک

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط
لگے ناچنے اُس پہ اہلِ نشاط

کناری کے جوڑے چمکاتے ہوئے
وہ پاؤں میں گھنگرو جھنکاتے ہوئے

وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ
دِکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ

وہ بالے چمکاتے ہوئے کان میں
پھرکنا وہ تھرکنے کا ہر آن میں

کبھی دِل کو پاؤں سے مل ڈالنا
نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا

دِکھانا کبھی اپنی چھب مُسکرا
کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا

کِسی کے وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن
کِسی کے چمکتے ہوئے نورتن

وُہ دانتوں کی مِسّی وُہ لب برگِ تر
شفق میں عیاں جیسے شام و سحر

وُہ گرمی کے چہرے کہ جوں آفتاب
جِسے دیکھ کر دِل کو ہو اضطراب

چمکنا گالوں کا صفا کے سبب
وُہ گردن کے ڈورے قیامت غضب

کبھی مُنہ کتیں پھیر لینا اُدھر
کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

دوپٹے کو کرنا کبھی مُنہ کی اوٹ
کہ پردے میں ہو جائیں دِل لوٹ پوٹ

ہر ایک تان میں اُن کو ارمان یہ
کہ دِل لیجیے تان کی جان یہ

کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو
بہم جوگ لچھمی کے لے پر ملو

کوئی [illegible] گتوں بیچ پانوں تلے
کھڑی عاشقوں کے دِلوں کو ملے

کوئی دائرے میں لجا کر پرن
کوئی [illegible] میں دِکھا اپنا فن

غرض ہر طرح دل کو لینا انھیں — نئی طرح سے داغ دینا انھیں
کبھی مار ٹھوکر کریں قتلِ عام — کبھی ہاتھ اٹھا یوں گرتے کو تھام
کہیں دُھر پد اور گت کا شور و غل — کہیں قول و قلبانہ و نقش و گل
کہیں بھاند کے ولولوں کا سمان — کہیں ناچ کشمیریوں کا وہاں
منجیرا پکھاوج گلے ڈال ڈھول — بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندھ غول
محل میں جو دیکھو تو اک ازدحام — مُبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
وہاں بھی تو تھی عیش و عشرت کی دھوم — پری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم
چھٹی تا غرض تھی خوشی ہی کی بات — کہ دن عید اور رات تھی شب برات
بڑھے ابر ہی ابر میں جوں ہلال — محل میں لگا پلنے وہ نونہال
برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی — دلِ بستگاں کی گرہ کھل گئی
وہ گل جب کہ چوتھے برس میں لگا — بڑھایا گیا دودھ اُس ماہ کا
ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم — اُسی طرح سے پھر ہوا وہ ہجوم
طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ — ہوئی بلکہ دونی خوشی کی ترنگ
وہ گل پانوں سے اپنے جس جا چلا — وہاں آنکھ کو نرگسوں نے ملا
لگا پھرنے وہ سرو جب پانوں پانوں — کئے بردے آزاد تب اُس کے ناؤں

## داستان تیاری میں باغ کی

مئے ارغوانی پلا ساقیا | کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
دیا شہ نے ترتیب یک خانہ باغ | ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ
عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان | لگے جس میں زربفت کے سائبان
چقیں اور پردے بندھے زرنگار | دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پر اٹکا ہوا | کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مُقیش کی ڈوریاں سربسر | کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر
چقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال | نگہ کو وہاں سے گزرنا محال
سُنہری مُغرّق چھتیں ساریاں | وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
دیئے چار سو آئینے جو لگا | گیا چوگنا لطف اُس میں سما
وہ مخمل کا فرش اُس میں سُتھرا کہ بس | بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
رہیں لخلخے اُس میں روشن مُدام | مُعطّر شب و روز جس سے مشام
چھپر کھٹ مُرصّع کا دالان میں | چمکتا تھا اِس طرح ہر آن میں
زمیں پر تھی اِس طور اُس کی جھلک | ستاروں کی جیسے فلک پر چمک
[illegible] وہاں کی کہاں میں بیاں | کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیاں
بنی سنگِ مرمر سے چوپڑ کی نہر | گئی چار سو اُس کے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُس کے سروِ سہی
کچھ ایک دور دور اُس سے شب دمی

کھڑے کیا میں کیفیت دار بست
اُگائے رہیں تاک واں مے پرست

ہوائے بہاری سے گل لہلہے
چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے

زمرد کی مانند سبزے کا رنگ
روش کا جواہر ہوا جس سے سنگ

روش کی صفائی پہ بے اختیار
گلِ اشرفی نے کیا زر نثار

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
کہیں رائے بیلی اور کہیں موگرا

کھڑے شاخِ شبّو کے ہر جا نشان
مدنبان کی اور ہی آن بان

کہیں ارغواں اور کہیں لالہ زار
جُدی اپنے موسم میں سب کی بہار

کہیں جعفری اور گیندا کہیں
سما شب کو داؤدیوں کا کہیں

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار
ہر ایک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کی طرح چنپے کے جھاڑ
کہے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ

کہیں زرد نسریں کہیں نسترن
عجب رنگ پر زعفرانی چمن

پڑی آب جو ہر طرف کو بہے
کریں قمریاں سرو پر چہچہے

گلوں کا لبِ نہر پر جھومنا
اُسی اپنے عالم میں منہ چومنا

وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پر
نشے کا سا عالم گلستان پر

لیے بیلچے ہاتھ میں مالنے — چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے
کہیں تخم پاشی کریں کھود کر — پنیری جمادیں کہیں گوڑ کر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال — رہیں ہاتھ جوں مست گردن پہ ڈال
لبِ جو کے آئینے میں دیکھ قد — اکڑنا کھڑے سرو کا جد نہ بد
خراماں صبا صحن میں چار سو — دماغوں کو دیتی پھرے گل کی بو
کھڑے نہر پر تاز اور قمری قرے — لیئے ساتھ مرغابیوں کے پرے
صدا قرقیروں کی بطوں کا وہ شور — درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور
چمن آتشِ گل سے دہکا ہوا — ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو لسی ڈھیریاں کر کے پھول — پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول
وہ لیاؤں کی اور مولسریوں کی چھاؤں — لگی جائے آنکھیں لیئے جن کا ناؤں
خوشی سے گلوں پر سدا بلبلیں — تعشق کی آپس میں باتیں کریں
درختوں نے برگ و بر کے کھولے ورق — کہ لیں طوطیاں بوستاں کا سبق
سماں قمریاں دیکھ اُس آن کا — پڑھیں بابِ پنجم گلستان کا
ودا دائیاں اور مغلانیاں — پھریں ہر طرف اُس میں جلوہ کناں
[illegible] کا اور لونڈیوں کا ہجوم — محل کی وہ چہلیں وہ آپس کی دھوم
تکلف کے پہنے پھر [illegible] سب لباس — رہیں رات دن شاہزادے کے پاس

کنیزاں ان مہہ روکی ہر طرف رہاں
شگوفہ کوئی اور کوئی کامروپ
کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی
ادھر اور ادھر آتیاں جاتیاں
کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
کہیں اپنی پٹی سنوارے کوئی
سجاتی پھرے کوئی اپنے کرتے
دکھاوے کوئی گوکھرو موڑ موڑ
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیئے
کوئی حوض میں جاکے غوطہ لگائے
کوئی اپنے توتے کی لیوے خبر
کسی کو کوئی ڈھول مارے کہیں
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
مقابا کوئی کھول مسی لگائے
ہوا ان نگاہوں سے دوبالا سماں

چنبیلی کوئی اور کوئی رای بیلی
کوئی چت لگن اور کوئی سہاروپ
کوئی مہ رتن اور کوئی ماہتاب
کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی
پھریں اپنے جوبن میں اتراتیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں
اری اور تری کہہ پکارے کوئی
کہیں ہوئے رے اور کہیں واچھڑے
کہیں سوت بٹتی کہیں تار توڑ
دم دوستی کوئی بھر بھر جیئے
کوئی نہر پر پانوں بیٹھی ہلائے
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے
لبوں پر دھڑی کوئی بیٹھی جمائے
اسی باغ میں یہہ بھی باغ رواں

غرض لوگ تھے یہہ جو ہر کام کے — سو سب واسطے اُس کے آرام کے

پلا جب وہ اِس ناز و نعمت کے ساتھہ — پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھہ

ہوئی اُس کے مکتب کی شادی عیاں — ہوا پھر اُنھیں شادیوں کا سماں

مُعلّم اتالیق مُنشی ادیب — ہر اِک فن کے اُستاد بیٹھے قریب

کیا قاعدے سے شُروع کلام — پڑھانے لگے عِلم اُس کو تمام

دیا تھا زبس حق نے ذِہنِ رسا — کئی برس میں علم سب پڑھ چکا

معانی و منطق بیان و ادب — پڑھے اُس نے منقول و معقول سب

خبردار حکمت کے مضمون سے — غرض جو پڑھا اُس نے قانون سے

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم — زمیں آسماں میں پڑی اُس کی دھوم

کئے علم نوکِ زباں حرف حرف — اِسی نحو سے عمر کی اُس نے صرف

عُطارد کو اُس کی لگی آنے ریس — ہوا سادہ لوحی میں وہ خوشنویس

ہوا جب کہ نو خط وہ شیریں رقم — پڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

ملیا ہاتھہ جب خامۂ مُشکبار — لکھا نسخ و ریحان و خطِّ غُبار

عُروس الخطوط اور ثُلث و رقاع — خفی و جلی مثلِ خطِّ شُعاع

[illegible] لکھا اور تعلیق جب — رہے دیکھہ حیران اتالیق سب

[illegible] گلزار سے جب فراغ — ہوا صفحۂ قطعہ گلزارِ باغ

کماں کے جو درپے ہوا بے نظیر
لیا کھینچ چلے میں سب فنِ تیر

صفائی میں سوفار پیکاں کیا
لیا جب کہ تودے پہ طوفاں کیا

رکھا چھوتے ہی جو لکڑی پہ من
لیا اپنے قبضے میں سب اُس کا فن

ہوئیں دست و بازو کی سرسائیاں
اُڑائیں کئی ہاتھ میں گھائیاں

رکھا موسیقی پر بھی کچھ جو خیال
کیے فند سب اُس نے ہاتھوں میں تال

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر
رکھے رنگ سب اُس نے مدِ نظر

کئی دن میں سیکھا پھر کسبِ تفنگ
کہ حیراں ہوئے دیکھ اہلِ فرنگ

سوا ان کمالوں کے کتنے خصال
مروت کی خو آدمیت کی چال

نرالوں پہ نخروں سے نفرت اُسے
غرض قابلوں ہی سے صحبت اُسے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر
ہر ایک فن میں سچ مچ ہوا بے نظیر

## داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

پلا ساقیا مجھ کو یک جامِ مُل
جوانی پہ آیا ہے ایامِ گُل

غنیمت شمر صحبتِ دوستاں
کہ گُل پنج روز است در بوستاں

شمر لے بھلائی کا گر ہو سکے
شتابی سے بو لے جو کچھ بو سکے

کہ رنگِ چمن پر نہیں اعتبار
یہاں چرخ میں ہے خزان و بہار

پڑی جب گرہ بارہویں سال کی
کھلی گلجھڑی غم کے جنجال کی

کہا شہ نے بلوا نقیبوں کو شام | کہ ہوں صبح حاضر سبھی خاص و عام
تمنا الٰہی تکلّف سے تیار ہو | مہیا کریں جو کہ درکار ہو
کریں شہر کو ملکے آئینہ بند | سواری کا ہو لطف جس سے دوچند
رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر | کہ دیکھا کل شہر میں بے نظیر
یہ فرما محل میں گئے بادشاہ | نقیبوں نے سن حکم لی اپنی راہ
ہوئی شب لیا مہ نے جام شراب | گیا سجدۂ شکر میں آفتاب
خوشی سے گئی جلد جو شب گذر | ہوئی سامھنے سے نمایاں سحر
عجب شب تھی وہ جوں سحر روسپید | عجب روز تھا مثل روز امید
گیا مژدۂ صبح لے آفتاب | اٹھا سر بسر آنکھوں کو ملتا شتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو | کہ بابا نہا دھو کے تیار ہو

## داستان حمام کے نہانیکی لطافت میں

پلا آتشیں آب پیر مغاں | کہ بھولے مجھے گرم و سرد جہاں
اگر چاہتا ہے میرے دل کا چین | نہ دینا وہ ساغر جو ہو قلتین
کدورت میرے دل کی دھو ساقیا | ذرہ شیشہ ہی کو دھو دھا کے لا
[illegible] گرم حمام [illegible] بے نظیر | گیا وہ نہانے کو بدر منیر
جب کہ داخل وہ حمام میں | عرق آگیا اس کے اندام میں

تنِ نازنیں نم ہوا اُس کا کُل
کہ جس طرح ڈوبے ہے شبنم میں گل

پرستار باندھے ہوئے لنگیاں
مہ و مہر سے طاس لیکر وہاں

لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن
ہوا دُھلتا آب سے وہ چمن

نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک
برسنے میں بجلی کی جیسے چمک

بالوں پر جو پانی بھرا سر بسر
نظر آیا جیسے وہ گلبرگِ تر

ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس
کہے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر جو اعجازِ حسن
چھپانے لگا اُس سے اندازِ حسن

گیا حوض میں جو شہِ بے نظیر
پڑا آب میں عکسِ ماہِ منیر

وہ گورا بدن اور بال اُس کے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر

نمی کا تھا بوندوں کا عالم عجب
نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس سے شب

کہوں اُس کی خوبی کی کیا تجھ سے بات
کہ جوں بھیگتی جاوے صحبت میں رات

زمیں پر تھا یک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز

زمرد کے لے ہاتھ میں سنگِ پا
کیا خادموں نے جو آہنگِ پا

ہنسا کھلکھلا وہ گُلِ نو بہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار

عجب عالم اُس نازنیں پر ہوا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا

ہنسا اِس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار ۔ کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہی سب کی خوشی ۔ مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل ۔ چمکتا رہے یہہ فلک کا سہیل

کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھہ ۔ اُڑھا کھیس لائے اُسے ہاتھوں ہاتھہ

نہا دھوکے نکلا وہ گل اس طرح ۔ کہ بدلی سے نکلے ہی مہ جس طرح

غرض شاہزادے کو نہلا دُھلا ۔ دیا خلعت خسروانہ پنہا

جواہر سراسر پنہایا اُسے ۔ جواہر کا دریا بنایا اُسے

لڑی لٹکن اور کلغی اور نورتن ۔ عدد بینک سے ایک زیب بدن

مرصع کا سرپیچ جوں موج آب ۔ مُصفّا بہ شکل گل آفتاب

وہ موتی کے بالے بہ صد زیب و زین ۔ کہیں جس کو آرام جاں دل کا چین

جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور ۔ کہ ایک ایک عدد اُس کا تھا کوہ طور

غرض ہوکے اس طرح آراستہ ۔ خراماں ہوا سرو نوخاستہ

نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار ۔ کئے خوان گوہر کے اُس پر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم ۔ ہوا جب کے ڈنکا پڑی سب میں دھوم

برابر برابر کرے تھے سوار ۔ ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

روپہری تھیں عماریاں ۔ شب و روز کی سی طرح داریاں

چمکاتے ہوئے بادلوں کے نشان
سواروں کے غت اور بانوں کی شان

ہزاروں تھی اطراف میں پالکی
جھالا بوُر کی جگمگی نالکی

کہاروں کی زربفت کی کُرتیاں
اور اُن کے دلے پانوں کی پھرتیاں

بندھیں پگڑیاں تاش کی سر اوپر
پڑا چوندھ میں جیسے آوے نظر

وُہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے کڑے
بدرک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے

وُہ ماہی مراتب وُہ تخت رواں
وُہ نوبت کہ دولہا کا جس سے سماں

وُہ شہنائیوں کی صدا خوش نوا
سُہانی وُہ نوبت کی اُس رہ میں صدا

وُہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی
قدم باقدم بالباس زری

بجاتے ہوئے شادیانے تمام
چلے آگے آگے ملے شاد کام

سوار اور پیادے صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیرو وزیر

دے نذریں کہ جس جس نے تھیں تھالیاں
شہ و شاہزادے کو گذرانیاں

ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری میں مُلبّس تمام

طُرق کے طُرق اور پرے کے پرے
کچھ ایدھر اُودھر کچھ ورے کچھ پرے

مُرصّع کے سازوں سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روح القدس سے دوچند

وُہ فیلوں کی اور میگ ڈنبر کی شان
جھلکتے وُہ مُقیش کے سایبان

چلی ماپہ تخت کے ہو قریب　　بدن نور شاہانہ مہنی جریب

سواری کے آگے کیئے اہتمام　　لیئے سونے روپے کے عاصے تمام

نقیب اور جلو دار اور چوب دار　　یہہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار

اُسی اپنے معمول و دستور سے　　ادب سے تفاوت سے اور دور سے

پلو نو جوانو بڑھے جائیو　　دو جانب سے باگیں لیئے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چاہتے قدم　　بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

غرض اُس طرح سے سواری چلی　　کہے تو کہ بادِ بہاری چلی

تماشائیوں کا جُدا تھا ہجوم　　ہر ایک طرف تھی ایک عالم کی دھوم

لگا قلعے سے شہر کی حد تلک　　دوکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند　　ہوا چوک کا لُطف واں چار چند

مندھے تھے تمامی سے دیوار و در　　تمامی وہ تھا شہر سونے کا گھر

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ　　گذرتی تھی رُک رُک کے ہر جایگاہ

ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن　　ہر ایک سطح تھا اُن سے زمین چمن

یہہ خالق کی سُن قدرت کا ماہ　　تماشے کو نکلی زنِ حاملہ

لگا لُچ سے تا ضعیف و نحیف　　تماشے کو نکلے وضیع و شریف

وحوش و طیوروں تلک بے خلل　　پھرے آشیانوں سے اپنے نکل

نہ پہنچا جو یک مرغِ قبلہ نما　　سنو وہ آشیانے میں تڑپا کیا

زبس شاہزادہ بہت تھا حسین　　ہوئے دیکھ عاشق کہین و مہین

نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام　　کیا اُس نے جھک جھک کے اُس کو سلام

دُعا شاہ کو دی کہ بارِ الٰہ　　سدا یہہ سلامت رہے مہر و ماہ

یہہ خوش اپنے مہ سے رہے شہریار　　کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر ایک سمت کو　　کوئی باغ تھا شہ کا اُس میں سے ہو

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر　　رعیّت کو دکھلا کے اپنا پسر

اُسی کثرتِ فوج سے ہو سوار　　پھرا شہر کی طرف وہ شہریار

سواری کو پہنچا گئی فوج اُدھر　　گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

جہاں تک کہ تھیں خادمانِ محل　　خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

قدم اپنے حجروں سے باہر نکال　　لیا سب نے آ پیشوا حال حال

بلائیں لگیں لینے سب ایک بار　　کیا جی کو ایک ایک سب نے نثار

گیا جب محل میں وہ سرو رواں　　بندھا ناچ اور راگ کا پھر سماں

پہر رات تک پہنے پوشاک وہ　　رہا ساتھ سب کے طربناک وہ

قضارا وہ شب تھی شبِ چاردہ　　پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے سے تھا اُس کے دل کو سرور　　عجب عالمِ نور کا تھا ظہور

عجب لطف تھا سیرِ مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار
یہہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اُس مہ کے جی میں ترنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادے کی آج یوں ہی خوشی

ارادہ ہی کوٹھے پہ آرام کا
کہ بھایا ہی عالم لبِ بام کا

کہا شہ نے اچھو گئے دن نکل
اگر یوں ہی مرضی تو کیا ہی خلل

پر اتنا ہی اُس سے خبردار ہوں
جنھوں کی ہی چوکی وہ بیدار ہوں

لبِ بام پر جب یہہ سووے صنم
کریں سورۂ نور کو اُس پہ دم

تمھارا مرا بول بالا رہے
یہہ اس گھر کا قایم اُجالا رہے

کہا تب خواصوں نے حق سے اُمید
یہی ہی کہ ہم بھی رہیں روسفید

پھر بس حکم لے واں سے پھر شاہ کا
بچھونا کیا جاکے اُس ماہ کا

قضارا وہ دن تھا اُسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

سخن مولویکا یہہ سچ ہی قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

پڑے اپنے اپنے جو سب عیش بیچ
نہ سوجھی زمانے کی کچھ اونچ نیچ

یہہ جانا کہ یونہیں رہیگا یہہ دور
زمانے کا سمجھا انھوں نے نہ طور

کہ اس بیوفا کی نئی ہی ترنگ
یہہ گرگٹ بدلتا ہی ہر دم میں رنگ

کرا بادۂ عیش در جام ریخت || کہ صد شام بر فرق صبحش نہ بیخت
نداری تعجب ز نیرنگ دہر || کہ آرد ز یک حقہ تریاک و زہر

## داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونیکی اور پری کے اُڑا کر لیجانیکی

شتابی سے اُٹھ ساقی بیخبر || کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر
بلوریں گلابی میں دے بھر کے جام || کہ آیا ہے چاندنی پہ ماہ تمام
جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سین || مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دن
الٰہی کے دنیا میں کچھ دیر ہے || تو پھر جان یہ تو کہ اندھیر ہے
وہ سونیا جو تھا جڑاؤ پلنگ || کہ سیمیں تنوں کو ہو جس پر اُمنگ
بچھی چادر ایک اُس پہ شبنم کی صاف || کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف
دھرے اُس پہ تکیے کئی نرم نرم || کہ مخمل کو ہو جسکے دیکھے سے شرم
کہاں تک کوئی اُسکی خوبی کو پائے || جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے
کسے اُس پہ کھنّے وہ مقیش کے || کہ جھبوں میں تھے جسکے موتی لگے
سراسر اوڑھنے زری باف کے || کہ تھے رشک آئینۂ صاف کے
وہ گل تکیہ اُس کے جو تھے رشک ماہ || کہ ہر وجہ تھی اُنکو خوبی میں راہ
کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تھا وہ || تو رُخسارہ رکھ اپنا سوتا تھا وہ
چھپائے سے ہوتا نہ حسن اُس کا ماند || کہے تو لگائے تھے مکھڑے پہ چاند

غرض اس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا | بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر | رہا پاسباں اس کا ماہِ منیر

ہوا اس کے سونے پہ عاشق جو ماہ | لگا دی اُدھر اپنی اس نے نگاہ

وہ مہ اس کے کوٹھے کا بالا ہوا | غرض واں کا عالم دوبالا ہوا

وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ | جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ

جہاں تک کہ چوکی کے تھے باریدار | ہوا جو چلی سو گئے ایک بار

غرض سب کو واں عالمِ خواب تھا | مگر جاگتا ایک مہتاب تھا

قضارا ہوا ایک پری کا گزر | پری شاہ زادے پہ اس کی نظر

بھبھوکا سا دیکھا جو اس کا بدن | جلا آتشِ عشق سے اس کا تن

ہوئی حسن پر اس کے جی سے نثار | وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اتار

دوپٹے کو اس مہ کے منہ سے اٹھا | دیا گال سے گال اپنا ملا

اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس | ولیکن حیا نے کہا اس کو بس

مئے عشق میں پھر یہ سوجھی ترنگ | کہ لے چلیے اس کا بامانت پلنگ

محبت کی آئی جو دل پر ہوا | وہاں سے اسے لے اڑی دلربا

ہوا جب زمیں سے وہ شعلہ بلند | ہوا میں ستارہ سا چمکا دوچند

شبِ مہ میں یوں وہ زمیں سے اٹھا | چلے شب پر جس طرح سے جوش کہا

جلے رشک سے اُس کے شمع و چراغ | کہ اُس مہ کا پہنچا فلک پر دماغ
غرض لے گئی آن کی آن میں | اُڑا کر وہ اُس کو پرستان میں
کبھی خوش رہے دل اور کبھی دردمند | زمانے کی ہے جب سے ہی پست و بلند
شتابی مجھے ساقیا دے شراب | کہ یہہ حال سُنکر ہوا دل کباب

داستان وہاں سے اُس کے غائب ہونے کی اور غم سے ماں باپ اور سب کی حالت تباہ کرنے کی

یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں | ذرا اب سنو غمزدوں کا بیاں
کروں حال ہجراں زدوں کا رقم | کہ گذرا جدائی سے کیا اُن پہ غم
کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں | تو دیکھا کہ وہ شاہ زادہ نہیں
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہ رو | نہ وہ گل ہے اُس جا نہ وہ اُس کی بو
رہے دیکھ یہہ حال حیران کار | کہ یہہ کیا ہوا ہے پروردگار
کوئی دیکھ یہہ حال رونے لگی | کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی | کوئی ضعف ہو ہو کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو | کوئی بیٹھی ماتم کی تصویر ہو
کوئی رکھ کے زیر زنخدان چھڑی | رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی
رہی کوئی اُنگلی کو دانتوں میں داب | کسی نے کہا گھر ہوا یہہ خراب
کسی نے دیئے کھول سنبل سے بال | طپانچوں سے جوں گل کیئے سرخ گال

نہ بن آئی کچھ اُن کو اس کے سوا   کہ کہئے یہ احوال اب شہ سے جا
سُنی شہ نے القصّہ جب یہ خبر   گِرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر
کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی   کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
ہوا گُم وُہ یوسف پری یہ جو دھوم   کیا خادمانِ محل نے ہجوم
کہا شہ نے واں کا مجھے دو پتا   عزیزو جہاں سے وُہ یوسف گیا
گئے لے وہ شہ کو لبِ بام پر   دکھایا کہ سوتا تھا یہاں سیم بر
یہی تھی جگہ وُہ جہاں سے گیا   کہا ہائے بیٹا تو یہاں سے گیا
مرے نوجواں میں کدھر جاؤں پھر   نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحرِ غم میں ڈبویا ہمیں   غرض جان سے تو نے کھویا ہمیں
کروں اُس قیامت کا کیا میں بیان   ترقی میں ہردم تھا شور و فغان
لبِ بام کثرت جو یکسر ہوئی   تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی
شب آدھی وُہ جس طرح سوتے کٹی   رہی تھی جو باقی سو رونے کٹی
عجب طرح کی شب تھی ہیہات وُہ   قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وُہ
سحر نے کیا جب گریبان چاک   اُڑانے لگے ملکے سب سر پہ خاک
اُٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل   کہ غائب ہوا اس چمن سے وُہ گُل
غم و درد سے دل جو سب کا بھرا   ہوا باغ سارا وُہ ماتم سرا

کیا جب کہ ود سرو اس باغ سے
نظر پھول آنے لگے داغ سے

اکھڑنا گئے سرو سب اپنا پھول
اُڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

صدا اب جو کوئی اُنھوں کی سُنے
تو کوکو سے اُن کی جگر تک بھُنے

ہوئے خشک اور زرد سارے نہال
ثمر لگ کے پاتوں ہوئے پائمال

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا

تبسّم کلی حزن سے بھول گئی
پیا غم سے از بس لہو پھول گئی

اُڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب

لبِ جو کے اُڑنے لگی گرد گرد
گلِ اشرفی کا ہوا رنگ زرد

لگی آگ لالا کے دل کو تمام
دیا آگ نے پھینک عشرت کا جام

پڑا ماتم اُس باغ میں بسکہ سخت
ہوئے نخلِ ماتم تمامی درخت

گرے غم سے انگور مدہوش ہو
پڑے سائے سارے سیہ پوش ہو

لگے تھے جو پتّے درختوں کے ساتھ
وہ ہاں ہاں کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا
سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا

اُچھلتے تھے فوّارے اُس کے جو واں
گئی سب نکل اُن کی تاب و تواں

مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
غرض رونے رونے گڑھے پڑ گئے

ہوا حال، چشموں کا یہاں تک تباہ
کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

کہاں وے کوئے اور کدھر آبشار ‖ کوئی دل میں روؤے کوئی زار زار
نہ بگلوں کا عالم نہ وے فرفرے ‖ نہ وے آب جوئیں نہ سبزے ہرے
جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ ‖ لگے بولنے اُن منڈیروں پہ زاغ
سہانی وہ چھائیں جو دل چسپ تھیں ‖ سو کیا ہو کہ اب دل لگے واں کہیں
منقش جہاں تھے وے رنگیں مکاں ‖ ہوئے سب وہ جوں دیدۂ خوں چکاں
گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل ‖ سو وے سب خزاں سے ہوئے مضمحل
خزاں کا الم واں جو آکر گرا ‖ جگر برگِ گل کی طرح جھڑ پڑا
نہ غنچہ نہ گل نے گلستاں رہا ‖ فقط دل میں ایک خارِ ہجراں رہا
وزیروں نے دیکھا جو احوالِ شاہ ‖ کہ ہوتی ہے اب اس کی حالت تباہ
کہا سب نے سمجھا کے اُس شاہ کو ‖ نہ دیکھوگے تم اپنے اُس ماہ کو
اگرچہ جدائی گوارا نہیں ‖ ولیکن جدائی سے چارا نہیں
سدا ایک سا دن گذرتا نہیں ‖ کوئی ساتھ مرنے کے مرتا نہیں
نہیں خوب اتنا تمہیں اضطراب ‖ نصیبوں سے شاید ملے وہ شتاب
خدا جانے اب اس میں کیا بھید ہے ‖ یہہ کہتے ہیں جیتوں کو امید ہے
ندانم کہ تاکردگارِ جہان ‖ دریں آشکارا چہ دارد نہان
خدا کی خدائی تو معمور ہے ‖ غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہے

نہیں ایک صورت پہ کوئی مُدام | اُسی کی غرض ذات کو ہی قیام
یہہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر | بہر نوع رہنے لگے یک دگر
لُٹایا بہت باپ نے مال و زر | ولیکن نہ پائی کچھہ اُس کی خبر
ذرہ خضرِ رہ تو ہی ہو ساقیا | مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا
نہ پائی کہیں یہاں جو اُس گل کی بو | کروں اب پرستان میں جُستجو

داستان پرستان میں لیجانے کی

اُڑی جو پری واں سے لیکر اُسے | اُتارا پرستاں کے اندر اسے
وہاں ایک تھا شہر کا اُس کی باغ | کہ جس کے گلوں سے ہو تازہ دماغ
ریاحین و گُل اُس میں انواع کے | طلسمات کُل اُس میں انواع کے
طلسمات کے سارے دیوار و در | نہ یہاں کے سے کو تھے نہ یہاں کے سے گھر
مُطلّا مُنقّش مُشبّک تمام | یہہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اُس میں نام
نہ آتش کا خطرہ نہ باراں کا ڈر | نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر
جُدے اور ملے سب گلوں کے مکاں | جہاں چاہئے جا کے رکھہ دیں وہاں
درخشندہ ہر سقف دالان کی | ہو دیوار جیسی چراغان کی
زمیں واں کی ساری جواہر نگار | اُدھر میں چمن اور ہوا میں بہار
کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق | نظر آوے وُہ چیز بالائے طاق

جو تھا ہر کے ذی روح وحش و طیور ‖ خراماں پھریں صحن میں دور دور

پھریں دن کو سارے وہ حیوان ہو ‖ کریں رات کو کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوہر شب چراغ ‖ وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ

بنائے ہوئے جال باہم نہال ‖ گل و غنچہ سب واں کے دور از خیال

صدا آپ سے آپ گھڑیال کی ‖ کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی

رہے واں کے جھجروں کا جو در کھلا ‖ تو دنیا کے باجوں کی آوے صدا

وگر بند کر دیجئے ایک بار ‖ تو جوں ارغنوں راگ نکلیں ہزار

مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش ‖ بخطِ سلیمانی اس پر نقوش

طلسمات کے پردے اور چلونیں ‖ ارادے پہ دل کے اٹھیں اور گریں

خواصیں پریزاد اس میں تمام ‖ پھریں گرد گرد اس پری کے مدام

سرِ نہر بنگلا مرصع نگار ‖ سراپا بہ رنگِ گہر آب دار

رکھا شاہزادے کا اس میں پلنگ ‖ کھلا حسن سے اس کے بنگلے کا رنگ

قضارا کھلی آنکھ اس گل کی جو ‖ نہ پائی وہاں شہر کی اپنے بو

نہ وے لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا ‖ تعجب سے ایک ایک کو تک رہا

اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو واں ‖ لگا کہنے یارب میں آیا کہاں

زبس تھا وہ لڑکا تو سہماں بھی کچھ ‖ ہوا کچھ دلگیر اور حیراں بھی کچھ

سرہانے جو دیکھی مہ چاردہ ‖ کہی اجنبی سے وہ اک رشک مہ
کہا کون ہے تو یہہ کس کا ہے گھر ‖ لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر
پھرا منہہ کو اور لے اودھر سے نقاب ‖ دیا اُس پری نے یہہ ہنس کر جواب
خدا جانے تو کون میں کون ہوں ‖ مجھے بھی تعجب ہے میں کیا کہوں
پر اب تو تو مہمان ہے میرے گھر ‖ لے آئی ہے تجھکو قضا و قدر
یہہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں ‖ پر اب گھر یہہ تیرا ہے میرا نہیں
ترے عشق نے مجھ کو شیدا کیا ‖ ترا غم مرے دل میں پیدا کیا
چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار ‖ یہہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار
پری ہوں میں اور یہہ پرستان ہے ‖ یہاں سب یہہ قوم پری جان ہے
کہاں صورت جن کہاں شکل انس ‖ غرض قہر ہے صحبت غیر جنس
پری کو ہوئی شادی اس مہ کو غم ‖ پہ لاچار کیا کر سکے وہ صنم
کبھی یوں بھی ہے گردش روزگار ‖ کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار

---

بجبراً دل اپنا لگایا وہاں ‖ کہا اُس نے جو کچھ کہا اُس کو ہاں
ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس ‖ رہے وحشیوں کی طرح وہ اداس
کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے وہ ‖ کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ
وہ محلوں کی چھائیں وہ گھر کا سماں ‖ رہے روبرو دھیان میں ہر زماں

وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے / تو راتوں کو رو رو کے دریا بہائے
کبھی اپنی تنہائی پر غم کرے / کبھی اپنے اوپر دُعا دم کرے
کبھی یاد جب اپنے ناز و نعم / فغاں زیرِ لب وہ کرے دمبدم
بہانے سے دن رات سویا کرے / نہ ہو جب کوئی تب وہ رویا کرے
غرض اضطراب اُس کو ہر حال میں / کہ جوں مرغ تڑپھے نیا جال میں
غرض ماہ رُخ اُس پری کا تھا نام / پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام
کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی وہاں / کہ تا راز اُس کا نہ ہووے عیاں
وہ پریوں میں ازبسکہ تھی ذی شعور / نئی چیز لاتی تھی اُس کے حضور
عجائب غرائب پرستان کے / دکھاتی تھی ہر شب اُسے آن کے
نئے کھانے اور میوے اقسام کے / مُہیّا سب اسباب آرام کے
نئی کشتیاں روز پوشاک کی / خوش آمد سدا جانِ غمناک کی
نئے سانگ وہاں کے نئے راگ رنگ / کہ تا دل لگے اور ہو جی نہ تنگ
شرابوں کے شیشے چُنے طاق میں / کمک وہ کہ نکلے نہ آفاق میں
شراب و کباب و بہار و نگار / جوانی و مستی و بوس و کنار

---

نہ تھا اور کچھ غم تو اُس کو وہاں / بجز از غمِ دوریٔ دوستاں
اُسی غم سے گُھل گُھل کے مرتا تھا وہ / سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے | وہ بیٹھی تھی اُس کو اُڑائے ہوئے
وہ تھی نازنیں بھی بہت عقلمند | نہ کھانے سے کچھ اُس کے ہوتی تھی بند
کہا ایکدن اُس نے سن بے نظیر | میرے دام میں تو ہوا ہی اسیر
تو ایک کام کر ایک پہر پھر کہیں | کیا کر تُو ایک سیرِ روئے زمیں
تو رک رک کے دل کو نہ کر اپنے بند | نہ پہنچے کہیں تیرے جی کو گزند
سرِ شام جاتی ہوں میں باپ پاس | اکیلا تو رہتا ہی اِس جا اُداس
یہہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے | ولیکن یہہ دے تو مچلکا مجھے
کہ گر شہر کی طرف جاوے کہیں | دیا دل کسی سے لگاوے کہیں
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا | وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا کہوں کہ میں تم کو جاؤنگا بھول | مجھے جو کہا تم نے سو سب قبول
کہا ماہ رخ نے کہ تھے تیرے بخت | کہ بخشا تجھے میں سلیماں کا تخت
جو اُترے تو کل اُس کی یوں جوڑیو | جو برعکس چاہے تو ووں موڑیو
زمیں سے لگا اور تا آسماں | جہاں چاہیو جائیو تو وہاں

## داستاں گھوڑے کی تعریف میں

کہوں کیا میں اُس اسپ کی خوبیاں | پرندوں میں کب ہوں یہہ محبوبیاں
ذرا کل کو موڑے فلک پر ہوا | جو کہیے تو کہیے اُسے بادپا

نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی ۔ نہ تاپے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ شبری نہ کمری نہ شب کور وہ ۔ نہ وہ کھنہ لنگ اور نہ منہہ زور وہ
نہ ہدنوں کا نے موتروں کا خلل ۔ نہ پیشانی اوپر ستاروں کا بل
نہ ساپن نہ ناگن نہ بھنوری کا ڈر ۔ ہر ایک عیب سے وہ غرض بے نظر
یہہ گھوڑا جو اِس کل کے تھا بخشش کا ۔ فلک سیر تھا نام اُس رخش کا
سرِ شام وہ بے نظیر جہاں ۔ اسی رخش پر ہوکے جاتا کہاں
ہر ایک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ ۔ وہیں یک پہر سیر کرتا تھا وہ
پہر جب کہ بجتا تو پھرتا شتاب ۔ کہ پھر قہر تھا ماہ رخ کا عتاب

### داستان وارد ہونے میں بینظیر کے بدر منیر کے باغ میں اور شاہزادی کے عاشق ہونے میں

کدھر ہی تو اے ساقیِ شوخ رنگ ۔ کہ آیا ہوں میں بیٹھے بیٹھے بہ تنگ
پلا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند ۔ کہ ہوتا چلا ہی میرا ذہن کند
میرے توسنِ طبع کو پر لگا ۔ مجھے یہاں سے لیجا فلک پر اُڑا
سنو ایک دن کی یہہ تم واردات ۔ اُٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات
ہوا ناگہاں اُس کا ایکجا گذر ۔ سہانا سا یک باغ آیا نظر
سفید ایک دیکھی عمارت بلند ۔ کہ تھی نور میں چاندنی سے دوچند
وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا ۔ وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا

وہ نکھرا رنگ اور مہ کا ظہور ۔ لگا شام سے صبح تک وقت نور
یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ ۔ اُتر اپنے گھوڑے سے اور سیر کا
لگا جھانکنے اُس مکاں کے تئیں ۔ کہ دیکھوں تو یہاں کوئی ہی یا نہیں
جو دیکھے تو ایسا کچھ آیا نظر ۔ کہ سب کچھ گیا اُس کے جی سے اُتر
کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو ۔ ذرا چل کے اِس سیر کو دیکھ لو
یہ کہہ نیچے اُترا دبے پاؤں وہ ۔ نظر سے بچائے ہوئے چھاؤں وہ
الگ کھول ہاتھوں سے واں کا کواڑ ۔ چلا سایہ سا در ختوں کی آڑ
تھے ایک طرف کنجان باہم درخت ۔ کہ لپٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت
لگا واں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر ۔ درختوں سے ہوں ماہ ہو جلوہ گر
جو دیکھے تو صحبت عجب ہی وہاں ۔ عجب چاندنی ہی عجب ہی سماں
عجب صورتیں اور طرفہ محاں ۔ چلا دیکھتے ہی دِل اُس کا نکل
ہی جنس کی اُس کو جو اپنی بو ۔ لگا تکنے حیرت سے حیران ہو
نظر آئی واں چاندنی کی بہار ۔ کہ آنکھوں نے کی خیرگی اِختیار
در و بام یک لخت سارے سفید ۔ ہر ایک طاق محرابِ صبحِ اُمید
مغرق زمیں پر تمامی کا فرش ۔ جھلک جس کی لے فرش سے تا بعرش
زمیں کا طبق آسماں کا طبق ۔ سنہری روپہری ہو جیسے ورق

بلوری دھرے ہر طرف سنگِ فرش — کہ جس سے منور رہے رنگِ فرش
لگی چاندنی کے عالم پہ جس دم نگاہ — اور آیا نظر اس کو ایک رشکِ ماہ
طرح اس کی ہر دل کی مانوس تھی — کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی
کہیں دیکھہ اس کے تئیں ہوشمند — پری کو کیا ہیگا شیشے میں بند
ہر ایک سمت واں نور کا ازدحام — لگے آئینہ قدِ آدم تمام
لپیٹے ہوئے بادلوں سے درخت — زمین و ہوا صاحبِ تاج و تخت
مُرتّب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر — پڑے چشمۂ ماہ سے جس میں لہر
لبِ نہر پر صاف جو عوز کی — تو پٹڑی تھی وہ ایک بلّور کی
پڑے اُس میں فوّارے چھُٹتے ہوئے — ہوا بیچ موتی سے لُٹتے ہوئے
مقرّض پڑا اُس میں مُقیش جو — گرا ماہ واں رشک سے پُرزے ہو
لیئے گود مُقیش چھوٹے بڑے — سبھی مہ ستارے اُڑاویں کھڑے
غرض اپنی صنعت سے تاروں کو توڑ — زمیں کو فلک کا بناتے تھے جوڑ
ہوا میں وہ جگنو سے چمکیں بہم — ماہیں جلوۂ مہ کو زیرِ قدم
فقط چاندنی میں کہاں طیور یہہ — کہ طُرّہ نہ جب تک ملے اور یہہ
یہ زرافشاں ہوا زرنشاں — زمیں سے لگا آسماں زرفشاں
گل و غنچہ نسرین و تاج خروس — زمین چمن سب جبینِ عروس

خیراماں زری پوشش ہر ماہ وش　　کریں دیکھ کر مہر و مہ جن کو غش
کھڑا ایک خمگیرہ زرنگار　　کہ تھے جس کی جھالر پہ موتی نثار
جڑاؤ وہ استادے الماس کے　　ڈھلے ایک سانچے کے ایک راس کے
کھچی ڈور ہر طرف زرتار کی　　لڑی جوں کناری کے ہوں ہار کی
کہوں کیا میں جھالر کی اس کی پھبن　　کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن
مغرّق بچھی مسند ایک جگمگی　　کہ تھی چاندنی جس کے قدموں لگی
نہ پھولے سماتے تھے تکیے کھڑے　　کہ تھے وے فقط حسن ہی سے بھرے
بلوریں صراحی وہ جامِ بلور　　دل و دیدہ وقفِ تماشاے نور
زمیں نور کی آسماں نور کا　　جدھر دیکھو اودھر سماں نور کا
چمن سارے داؤدیوں سے بھرے　　جوانانِ شبّو کے ہر جا پرے
ستاروں کا مہتاب میں حال یوں　　کہ چونے میں پانی کے قطرے ہوں جوں
اگر کیجے سائے اوپر نگاہ　　توہی وہ بھی جوں سایۂ مہر و ماہ
کرے ہی نگہ جس طرف کو گذر　　بجز نور آتا نہیں کچھ نظر
کرے کون سے حسن کو انتخاب　　ہر ایک آئینے میں وہی ماہتاب
نظر جس طرف جاے نزدیک و دور　　اسی ایک مہ کا ہی ہر جا ظہور
نکال اپنی وحدت سے کثرت میں آ　　وہی نور ہی جلوہ گر جا بجا

نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب || وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب
حقیقت تھی لیکن بصارت بھی ہو || کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

## داستان بدرِ منیر کی تعریف میں

گلابی میرے سامنے ساقیا || مہِ چاردہ کو دکھا کر پلا
کہ دیکھے سے ہو جس کے دل کو سرور || نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کروں اُس مکان کی مکیں کا بیاں || کہ ہی بعد خاتم نگیں کا بیاں
وہ مسند جو تھی موجِ دریائے حُسن || وہاں دیکھی ایک مسند آرائے حُسن
برس پندرہ ایک کا سن و سال || نہایت حسین اور صاحب جمال
دیے کہنی تکئے پہ ایک ناز سے || سرِ تہہ بیٹھی تھی انداز سے
خواصیں کھڑیں ایدھر اودھر تمام || ستارون کا جوں ماہ پر ازدحام
وہ بیٹھی تھی سج دھج بنائے ہوئے || دل اُس چاندنی پر لگائے ہوئے
اُدھر آسماں پر دُرخشندہ مہ || اِدھر یہہ زمین پر مہِ چاردہ
پڑا عکس دونوں کا جوں نہر میں || لگا لوٹنے چاند ہر لہر میں
نظر آئے اتنے جو ایکبار چاند || زمانے کے مُنہہ کو لگے چار چاند
عجب طرح کا حُسن تھا جان فزا || کہ مہ روبرو جس کے تھا ٹھیکرا
کہوں اُس کی پوشاک کا کیا بیان || وہ تھا ایک پشواز آبِ رواں

زبس موتیوں کی تھی سنجاف کل — کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تل

اور ایک اوڑھنی جوں ہوا یا حباب — جیسے دیکھ شبنم کو آوے حباب

صباحت صفا اُس میں جھلکی ہوئی — پری سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی

گریبان میں تکمہ ایک الماس کا — ستارہ سا مہتاب کے پاس کا

وہ کُرتی وہ انگیا جواہر نگار — نیا باغ اور ابتدا کی بہار

وہ چھب تختی اور اُس کی کُرتی کا چاک — تراشے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک

جھلک پائجامے کی دامن سے یوں — نظر آئے آئینے میں برق جوں

صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو — نظر سوچ میں ہی کہ میلی نہ ہو

وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن — وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نورتن

جڑاؤ وہ بالے کہ ہالے کا رشک — وہ موتی کے مالے کہ عاشق کا اشک

وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک — کرن پھول کی اور بالے کی جھوک

وہ موتی کا ڈلرا وہ موتی کا ہار — سدا اشک غمدیدہ جس پر نثار

گلا ڈھکڈھکی پچلڑا ست لڑا — سراسر گلے حسن اُس کے پڑا

جڑاؤ دہکتی وہ چنپا کلی — رہے جس سے الماس کو بیکلی

تلے اُس کے موتی لگے گرد کل — کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگ گل

کہاں گیبروں کا کروں کیا بیاں — کہ اٹھتا تھا ہاتھوں سے اُن کے فغاں

جواہر سے مینے کی ہیکل جڑی — کمر اور کولے کے نیچے پڑی
وقط موتیون کی پڑی پائے زیب — کہ جس کے قدم سے گہر پائے زیب
کسی کے کہان ہاتھہ وہ پانون آے — جواہر جہان پانون پر پڑ کے جاے
سراپا اگر ہو زبان میرا تن — سراپا میں اُس کے کروں کیا سخن
سب اعضا بدن کے موافق درُست — ہر ایک کام میں اپنے چالاک و چُست
جہان راستی چاہیئے راستی — کجی جس جگہہ چاہیئے وہاں کجی
وُہ ٹھہرا جسے دیکھہ مہ داغ کہاے — وُہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آے
جو کچھہ چاہیے ٹہیک نکہہ سکھہ سے انگ — نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کچھہ ایک تمکنت اور کچھہ ایک بانکپن — غرض ہر طرح میں انوٹھی پھبن
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں — غرض دلبری اُس کے فرمان میں
تغافل حیا ناز و شوخی غرور — ہر ایک اپنے موقع سے وقتِ ضرور
تبسم تکلم ترحم ستم — موافق ہر ایک حوصلے کے کرم
وُہ ابرو کہ محرابِ ایوانِ حسن — جُھکی شاخ نخلِ گلستانِ حسن
نگہہ آفت و چشم عاشق بلا — مژہ دے صفون کو اُلٹ برملا
[illegible]وش جب اُس کا تابندہ ہو — صدف کا دلِ صاف شرمندہ ہو
وُہ بینی کہ جس کی نہان کچھہ نظیر — ہے انگشتِ قدرت کی سیدھی لکیر

وہ رخسارِ نازک کہ ہو جائے لال — اگر اُس پہ بوسے کا گذرے خیال

نہیں رطب و یابس کا یہاں کچھ حساب — بیاضِ گلو سب کی سب انتخاب

وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول — برابر ہو الماس کے جس کا مول

وہ دستِ حنابستہ خوبی کے باب — شفق میں ہو جوں پنجۂ آفتاب

زبس مثلِ آئینہ تھا اُس کا تن — کہیے تو کہ تھی ناف عکسِ ذقن

کمر کو کہوں کیونکہ میں اُس کی ہیچ — نہ آوے نظر تو ہی قسمت کا پیچ

وہ زانو کہ آجائے گر اُس پہ ہاتھ — تو پھر عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ

وہ ساقِ بلوریں وہ اندازِ پا — پھرے ہر سحر چشم و دل میں صدا

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

وہ اٹھکھیلیاں اور اُس کی وہ چال — کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال

بنا کبک کیسی ہی گو چال لاے — کہاں پر وہ رفتار کو اُس کی پاوے

الگ چال اُس کی کوئی کیا چلے — یہ انداز سب اُس کے پاؤں تلے

عجب پشتِ پا صاف انگشتِ پا — کفِ پا دکھا دے سرِ پشتِ پا

مغرق جواہر سے یک جفت کفش — نہ وہ مفتِ پا بلکہ پا مفتِ کفش

یہ قدرت کا دیکھا جو اُس نے خیال — کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال

درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہاں — کسی کی نظر جا پڑی ناگہاں

یہہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا — ہر ایک حال سے اُس کے ماہر ہوا
یہہ سُن ایک نے ایک واں سب کی سب — بھریں برگ گُل کی طرح غنچہ لب
جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہی کچھہ — درختوں کا روشن سا آنگن ہی کچھہ
کِسی نے کہا کچھہ نہ کچھہ ہی بلا — کِسی نے کہا چاند ہی یہاں چھپا
کِسی نے کہا ہی پری یا کہ جن — کِسی نے کہا ہی قیامت کا دن
لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ — ستارہ پڑا ہی فلک پر سے ٹوٹ
ہوئی صبح شب کا گیا اُٹھہ حجاب — درختوں میں نکلا ہی یہہ آفتاب
کِسی نے کہا دیکھیو ای بوا — کھڑا ہی کوئی صاف یہہ مرد وا
کِسی نے کہا یہہ تو دلدار ہی — کِسی نے کہا کچھہ یہہ اسرار ہی
یہہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں — اِشاروں سے گھاتیں جو ہونے لگیں
گئی بات یہہ شاہزادی کے گوش — یہہ سُنتے ہی جاتا رہا اُس کا ہوش
کہا میں تو دیکھوں یہہ کہکر اُٹھی — گیا سنسنا جی تو رہ کر اُٹھی
خواصوں کے کاندھے پہ دھر اپنا ہاتھہ — عجب ایک ادا سے چلی ساتھہ ساتھہ
کچھہ ایک خوف سے ہول کھاتی ہوئی — دھڑک اپنے دِل کی دکھاتی ہوئی
کئی مدعائیں تھیں جو کچھہ پڑھیں — دُعائیں وُہ پڑھہ پڑھہ کے آگے بڑھیں
گئیں جب وے کرکے دِل اپنا کرخت — وہاں جس جگہہ تھے وے باہم درخت

لائیں سوہلیانے سب کی سب وے شریر — یکایک نظر واں پڑا بے نظیر

بہو دیکھیں تو ہے ایک جوانِ حسین — کھڑا ہے وہ آئینہ ساں مہ جبین

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن — مرادوں کی راتیں جوانی کا دن

ہوئی پُشتِ لب سے مسوں کی نمود — بنا آتشِ لعل شیریں کا دود

گلے میں پڑا نیمہ شبنم کا ایک — بدن سے عیاں نور عالم کا ایک

تمامی کی سنجاف جلوہ کناں — کہ جوں عکسِ مہ زیرِ آبِ رواں

طرحدار ایک سر پہ پھینٹا سجا — تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا

عجب پیچ سے پیچ بیٹھے تھے مل — کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل

جواہر کا تکمہ گلے میں لگا — ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا

وہ موتی کی لٹکن زمرد کی اہر — لٹک جس کی زیبندہ دستار پر

وہ گورا بدن صاف ترکیب دار — پھبے تن پہ پر نورتن کی بہار

ایک الماس کی ہاتھ انگشتری — سراسر حنا دست و پا میں لگی

عیاں چُستی و چالاکی گات سے — نمودِ جوانی ہر ایک بات سے

بدن آئینہ ساں دمکتا ہوا — گلِ باغِ خوبی لہکتا ہوا

اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل — جوانی کی شب کا سماں ہر محل

قباؤں سے ظاہر سراپا شعور — جبیں پر برستا شجاعت کا نور

ولے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
کھرا دل کسی پر لگائے ہوئے

یہ دیکھا جو عالم تو غش کر گئیں
وہ جتنی کہ آئیں تھیں سو مرگئیں

شتابی سے جا کر کہا واں کا حال
کہ اِک شاہزادی صاحب جمال

عجب سیر ہی سیر مہتاب میں
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں

کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم

اُٹھا پائے کھالوں کو جلدی نگار
نجاوے کہیں ہاتھ سے یہ بہار

نہیں اور کچھ تم نہ سمجھو ہراس
چلی آؤ تک اِن درختوں کے پاس

گئی اُس جگہ جب یہ بدرِ مُنیر
اور اُس نے جو دیکھا شہِ بے نظیر

گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مِل
نظر سے نظر جی سے جی دِل سے دِل

غرض بے نظیر اور بدرِ مُنیر
گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر

رہی کچھ نہ تن من کی سُدھ بُدھ اُسے
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدھ اُسے

تھی ہمراہ ایک اُس کی دُختِ وزیر
نہایت حسین اور قیامت شریر

نزبس تھی ستارا سی وہ دلربا
اُسے لوگ کہتے تھے نجم النسا

شتابی سے لا اُس نے چھڑکا گلاب
تب آئی تنوں میں ذرا اُن کے تاب

اُٹھے تو اُٹھی یہ حیران سی
گلِ شبنم آلودہ گریان سی

وہ شہزادۂ دل شدہ تو تھک
ووہیں رہ گیا نقشِ پا سا جھجک

کہ وہ نازنیں کچھ جھجک منہہ چھپا | کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
چلی اُس کے آگے سے منہہ موڑ کر | دونہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر
وہ کُدی وشانے وہ پُشت وکمر | وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

## داستان زُلف اور چوٹی کی تعریف و صُحبت اول کے بیان مین

پیالا ساقیا ساغر منگاؤ | لدی ہی مجھہ کو درپیش تعریف مو
سر شام سے دے یہاں تک شراب | کہ مستی میں دیکھوں رُخ آفتاب
کروں اُس کے بالوں کا کیا میں بیاں | نہ دیکھا کسی رات میں یہہ سماں
وہ زُلفیں کہ دِل جس میں اُلجھا رہے | اُلجھنے سے جی جن کے سلجھا رہے
وہ گندھی وہ چوٹی لچھی صاف صاف | کناری کا پیچھے چمکتا مُباف
کہوں اُس کی خوبی کا کیا رنگ ڈھنگ | کہ جوں آخری شب ہو جھمکے کا رنگ
نمایاں تھی یوں اوڑھنی سے جھلک | کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک
مُباف زری نے کیا ہی غضب | دیا ہی گرہ دن کو دُنبال شب
سنگاروں میں گو سب سے ہی وہ اُتار | پہ کہتے ہیں چوٹی کا اُس کو سنگار
نہ ہو کیوں کہ چوٹی کا رُتبہ بڑا | کہ ایک نور ہی اُس کے پیچھے پڑا
گل و سُنبل اُس پر سے قُربان ہی | کہ اُس کی لٹک میں عجب آن ہی
لڑی تھی زبس سحر سے اُس کی ساتھہ | شب و روز کو دے رکھا اُس نے گانٹھہ

ولے یا تھہ آتا ہی اُس کا کتھن
کہ ہی فی الحقیقت وہ کالے کا من

اُلٹ کر نہ دیکھے اُسے ہوشیار
کہ وہ ایک پتارہ ہی دُنبالہ دار

وہ پیتھ اُس کی شفاف آینہ ساں
تِس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں

کہوں اُس کے عالم کا کیا ماجرا
کہ جوں ہووے دریا پہ کالی گھٹا

بھری تھی دِلوں سے زِبس اُس کی مانگ
بہت دِل لئیے اُتنے کنگھی نے مانگ

دلِ عاشق اُس پر سے قربان ہی
کہ مشّاطے کا سر پر اِحسان ہی

کشاکش میں تھا ورنہ جینا تو پیچ
بھلے کو رکھا اُس نے ڈھیلا ہی پیچ

غرض حُسن کا اُس کے ہی سب یہہ بھید
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سُفید

کرے سُرخ جو کوئی اُس میں مُباف
کرے خونِ دل اپنا اُس کو مُعاف

کیا قتل گو اُس نے دِل کو تو کیا
شفق کا نہیں شام پر خوں بہا

کہاں تک کہوں اُس کی چوٹی کی بات
کہ تھوڑا ہی سانگ اور بڑی ہی یہہ رات

دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول
ولیکن یہہ ہو عرض میری قبول

بہت موشگافی جو کی میں نے یہاں
گھٹانے کی جاگہہ نہ تھی درمیاں

تِس اوپر جو پوری نہ بیٹھی مثال
ہوئی ہی میری فکر مجھ پر وبال

اِس پیچ سے باہر آتا ہوں میں
سماں ایک تازہ سُناتا ہوں میں

غرض وہ مری جب دِکھا اپنے بال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال

ادائیں سب اپنی دکھاتی چلی ‖ چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی

غضب منہ پہ ظاہر ولے دل میں چاہ ‖ نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہہ ہی کون کم بخت آیا جو یہاں ‖ میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں

یہہ کہتی ہوئی آن کی آن میں ‖ چھپی جا کے اپنے وہ دالان میں

دیا ہاتھہ سے چھوڑ پردہ شتاب ‖ چھپا ابر تاریک میں آفتاب

کہ اتنے میں آئی وہ دخت وزیر ‖ فسوں پڑھ کے بولی کہ بدر منیر

مجھے جو چلے تو خوش آتے نہیں ‖ تیرے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں

میری طرف ٹک دیکھہ تو لے لے ‖ مثل ہے کہ من بھاوے منڈیا ہلاوے

کیا ہے اگر تو نے گھائل اُسے ‖ تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اُسے

ٹک ایک حظ اٹھا زندگانی کا تو ‖ مزا دیکھہ اپنی جوانی کا تو

پی عیش کا جام اب نوش کر ‖ غم دین و دنیا فراموش کر

یہہ حسن و جوانی یہہ جوش و خروش ‖ غفور است ایزد تو ساغر بنوش

کہاں یہہ جوانی کہاں یہہ بہار ‖ یہہ جوبن کا عالم بھی ہے یادگار

سدا عیش دوران دکھاتا نہیں ‖ گیا وقت پھر ہاتھہ آتا نہیں

سبھی یوں تو دنیا کے ہیں کاروبار ‖ ولے حاصل عمر ہے وصل یار

خوشا وہ زمانہ کہ دو ایک جگہہ ‖ کریں یک دگر جلوہ مہر و مہ

کہاں چاہ والے ہیں یوسف عزیز — اری باولی چاہ میں کر تمیز

تیرے گھر میں آیا ہی مہماں غریب — یہہ ہی وارداتِ عجیب و غریب

شتابی سے مجلس کو تیار کر — تو اِس گل سے گھر رشکِ گلزار کر

بلا ساقیانِ گل اندام کو — رکھہ ساتھہ گردش میں لا جام کو

شب و روز پی پی کے جامِ شراب — مہہ و مہر کو رشک سے کر کباب

یہہ سن سنکے وہ نازنیں مسکرا — لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا

میں سمجھی تیرا جی گیا ہی اُدھر — بہانے تو کرتی ہی کیوں مجھہ پہ دھر

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش — ہوئی تھی اُسے دیکھہ میں ہیں تو غش

مجھی پر تو چھڑکا تھا تم نے گلاب — بھلا میری خاطر بلاؤ شتاب

یہہ اِس میں رمزوں کی باتیں ہوئیں — اِشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں

بلا لائی جا اُس جواں کنیزیں — کیا میزباں میہماں کنیزیں

بلا ایک مکاں میں بٹھایا اُسے — محل کا سماں سب دکھایا اُسے

پھر اُس نازنیں کا پکڑ اُس نے ہاتھہ — بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھہ

پلا ساقیا مجھہ کو صہبائے عیش — ملی ہی نصیبوں سے یہاں جائے عیش

بہم ملکے بیٹھے ہیں وہ رشکِ مہ — قِرانِ مہ و مہر ہی اِس جگہہ

ہر ایک برج رشکِ گلستاں ہی آج — بہارِ وصالِ غریباں ہی آج

بزور اُس کو لا کر بٹھایا جو واں　　نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیاں
وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے　　بدن کو چرائے ہوئے ناز سے
مُنہہ انچل سے اپنا چھپائے ہوئے　　لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے
پسینا پسینا ہوا سب بدن　　کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن
گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب　　رہے شرم سے پائے بندِ حجاب
اُنھوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا　　ہوئی دل میں اپنے وہ نجمُ النسا
گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا　　پیالے کو پھر جلد اُس نے بھرا
کہا شاہزادی کو بیٹھی ہی کیا　　یہہ پیالا تو اِس بُت کے مُنہہ سے لگا
ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو　　لبِ لعلِ شیریں کو ٹک کھول تو
میں صدقے تیرے تجھہ کو میری قسم　　کئی ساغر اِس کو پلا دمبدم
یہہ دیکھہ اُس کی منت پیالہ اُٹھا　　اُدھر سے پھرا مُنہہ کو اور مُسکرا
کہا بادہ نوشی سے ہو جس کو ذوق　　پئے وہ پیالہ نہیں اُس کا شوق
کہا شاہزادے نے ہنسکر کے یوں　　پیوں میں کسی کے نہوڑے سے کیوں
غرض ہو کے آپس میں راز و نیاز　　پئے دو پیالے بصد امتیاز
پھر آخر کو شہزادے نے بھی اُٹھا　　دیا ساغر اُس مہ کے مُنہہ سے لگا
جب آپس میں پینے لگے جام مُل　　مُندے غنچہ ساں دل کھلے مثل گُل

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیشِ حال — لگے ہونے آپس میں قال و مقال
کُھلا بند جس دم درِ گفتگو — جواں نے حقیقت کہی مو بمو
کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب — جتایا سب اپنا حسب اور نسب
پری کا یہ احوال ظاہر کیا — چھپے راز سے اُس کو ماہر کیا
کہا یک پہر کی ہی رخصت مجھے — زیادہ نہیں اِس سے فرصت مجھے
یہ سُن دل ہی دل بیچ کھا پیچ تاب — دیا شاہزادی نے اُس کو جواب
مرو تم پری پر وہ تم پر مرے — بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے
میں اِس طرح کا دل لگاتی نہیں — یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں
میں سمجھی ہوں تم کو بہت دور ہو — چلو اب کہیں یہاں سے کافور ہو
عبث تم سے کیوں دل لگاوے کوئی — بھلے چنگے دل کو جلاوے کوئی

---

بہے شمع ساں کیوں کوئی اشک سے — جلے کس لیئے آتشِ رشک سے
یہ سُن پانوں پر گر پڑا بے نظیر — کہا کیا کروں آہ بدرِ منیر
کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا — میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اُس سے کیا

---

کہا چل سر اپنا قدم پر نہ دھر — کسی کے مجھے دل کی کیا ہی خبر
یہ رمز و کنایے جو ہونے لگے — تو آپس میں ہنس ہنس کے رونے لگے
سنا ہی دل ہی میں آخرش دل کی بات — پہنچ گئی اتنے عرصے میں رات

خبر رات کی سن اُٹھا بے نظیر / کہا اب میں جاتا ہوں بدرِ منیر
اگر قید سے چھوٹنے پاؤنگا / تو پھر آج کے وقت کل آؤنگا
یہ مت سمجھیو ہوں میں آرام میں / کروں کیا پھنسا ہوں عجب دام میں
دِل اِس جا سے اُٹھنے کو کرتا نہیں / کوئی آپ سے جان مرتا نہیں
کرم مجھ پہ رکھیو ذرا میری جان / میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں
یہ کہہ اُس طرف وہ روانہ ہوا / دِل اِس طرف اِس کا دیوانہ ہوا
گیا اپنے معمول سے بے نظیر / ادھر کا ہوا قیدی اودھر کا اسیر
پری ساتھ کاٹی وہ جوں توں کے رات / اُٹھا صبح ملتا ہوا اپنے ہاتھ
سماں شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا / مزا دِل میں سارا سمایا ہوا
اُٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب / نہ ہو وصل اور دل کو ہو اضطراب
نئی بات کا لطف پانا غضب / وہ پہلے پہل دِل لگانا غضب
قلق دِل پہ ایسے کٹتے روز کب / ملے مجھ سے شمعِ شب افروز کب
محبت میں زُلفِ سیہ فام کی / لگا دیکھنے راہ پھر شام کی
وہ دِن ہجر کا روزِ شامت ہوا / اُسے کاٹنا دِن قیامت ہوا
اِدھر کا تو احوال تھا اِس طرح / کہا میں نے کر مختصر جس طرح
ولے اب سنو تم اُدھر کا بیان / ہوا طرفِ ثانی پہ کیا حال واں

وہ شب اُس کو اندوہ و غم میں کٹی — گھڑی جو کٹی سو الم میں کٹی
رہی صورت آنکھوں میں جو یار کی — ہوئی یاد میں صبح رخسار کی
کچھ اُمید دل میں کچھ اک جی کو یاس — لبوں پر ہنسی لیک چہرہ اُداس
لگا اُس کو باتوں میں نجم النسا — لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا
کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار — مجھے حسن کی اپنے دکھلا بہار
لگی کہنے چل ری دیوانی نہ ہو — کوئی چیز اپنی بیگانی نہ ہو
کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگار — وہ ہے کون جس کو دکھاؤں بہار
غرض شاہزادی بہت دور تھی — یہ شکل اُس کو پہلے ہی منظور تھی
نہا دھو کے اُس روز ایسی بنی — کہ دو دن کی سچ مچ ہو جیسی بنی
وہ مکھڑے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ — شبِ ماہ ہو دیکھ کر جس کو دنگ
وہ مسی اور اُس کی لبِ لعل فام — سوادِ دیارِ بدخشاں کی شام
وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب — کہے تو پری نرگستاں میں شب
تبسم تس پہ سرمے کی تحریر سی — کھنچی ہاتھ کافر کے شمشیر سی
لکھوٹا وہ پانوں کا مسی کے ساتھ — کہ جوں دامنِ شب شفق کے ہو ساتھ
وہ پشواز ایک ڈانک کی جگمگی — ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی
اور اک اوڑھنی جالی مقیش کی — پری چاندنی سی مہِ عیش کی

جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار ۔۔۔ فرشتہ ملے ہاتھ بے اختیار
وہ باریک کرتی مثالِ ہوا ۔۔۔ عیاں مو بمو جس سے تن کی صفا
وہ ہلکی سی سرخ نیفے کی ابھری ہوئی ۔۔۔ گلابی سی گرد اینٹ تہہ دی ہوئی
جھلک پائجامے کی دامن سے یوں ۔۔۔ کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں
مغرق زری کا وہ شلوار بند ۔۔۔ ثریا سے تابندگی میں دوچند
سری پاؤں میں کفش زریں نگار ۔۔۔ ستاروں کی جس کے زمیں پر بہار
لگا پا سے وہ نازنیں تا بفرق ۔۔۔ سراپا جواہر کے دریا میں غرق
کٹھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن ۔۔۔ وہ پوشاک و زیور کی اس پر پھبن
وہ چھب تختی اس کی نزاکت نژاد ۔۔۔ چمن زار قدرت کا نخلِ مراد
بھری مانگ موتی سے جلوہ کناں ۔۔۔ نمایاں شب تیرہ میں کہکشاں
وہ ماتھے پہ بیندے کی اس کے جھلک ۔۔۔ سحر چاند تاروں کی جیسی چمک
ہوس ہو ندیکھ اس کے زیور کو پھر ۔۔۔ کہے تو کہ ٹیکا تھا سب اس کے سر
وہ بالے کی تابندگی زیر گوش ۔۔۔ جسے دیکھ اڑ جائیں بجلی کے ہوش
وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب ۔۔۔ وہ صبح گلو مطلع آفتاب
وہ تکمے پہ چنپا کلی کی پھبن ۔۔۔ کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
وہ چھاتی پہ الماس کی دھکدھکی ۔۔۔ رہے آنکھ سورج کی جس پر جھکی

وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے
رہیں دل جہاں سر پٹکتے ہوئے

وہ الماس کی ہیکل ایک خوشنما
تصور رہے جس کا دل سے لگا

وہ بھج بند بازو کے اور نورتن
کہ جوں گل سے ہو شاخ زیب چمن

وہ پونچی زمرد کی اور دست بند
نزاکت میں تھی شاخ گل سے دو چند

وہ لعلوں کی پازیب آویزہ دار
صدا اشک خوبی ہو جس پر نثار

وہ مہندی کے پاؤں میں چھلے تھے گل
کہ آنکھوں سے دل ان پہ کھاتے تھے گل

وہ بالوں کی بو رشک مشک ختن
وہ ڈوبا ہوا عطر میں تن بدن

زمیں سے معطر ہوا تا فلک
زمانہ گیا اس کی بو سے مہک

کیا اس طرح کا جب اس نے سنگار
ہوئے مہر و مہ اس کے منہ پر نثار

فلک تک گئی حسن کی اس کے دھوم
لیا ہاتھ مشاطے نے اپنا چوم

خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپر کٹ کو صاف
مرصع کا اس پر اڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں
نہ نکلیں سبو لا کے چنے طاق میں

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ الجھا وہ یاں ان کی گل پہ سے حرف

دھرے لخلخے جو اس ایوان میں
ہوا آئی گھر میں عطر دالان میں

دھریں ایک طرف کیاریاں بے شمار
چنیں ایک طرف دالیوں کی قطار

چھپرکھٹ کے پاس ایک مسند بچھا || اور اُس پر تمامی کے تکیے لگا
چنگیریں بنا اور رکھ پاندان || قرینے سے اُس میں رکھے اور پان
مُرصع کے تھے عطردان کئی دھرے || انوٹھی گھڑت کے کئی چوگھڑے
سرہانے مُجلّد دھری ایک کتاب || ظُہوری نظیری کا کُل اِنتخاب
قلمدان بھی ایک نزاکت بھرا || قرینے سے زیرِ چھپرکھٹ دھرا
دھری ایک بیاض اور رشکِ چمن || پُر از شعرِ سودا و میر و حسن
دھرا ایک طرف گنجفہ خوش قماش || دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش
بچھی ایک چوکی پرا تورہ پوش || کریں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش
صُراحی و ساغر شراب و کباب || دھرا اُس پہ ساقی نے کر اِنتخاب
ولے اُس کو رکھا چھپائے ہوئے || کہ چھپتی نہیں مُنہ لگائے ہوئے
کہا خاصہ پز کو خبردار کر || کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر
یہہ سب کچھ ہوا جب کہ آراستہ || خراماں ہوئی سروِ نوخاستہ
سرِ شام لے ہاتھ میں ایک چھڑی || ولیکن چھڑی وہ کہ جُگنوں جڑی
روِش پر لگی پھرنے اِدھر اُدھر || کہ چھپ جاے سورج اُسے دیکھ کر

## داستان دوبارہ بینظیر کے آنے اور باہم بیتکلف مُلاقات کرنے کی

پلا مُجھ کو ساقی شرابِ وصال || کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال

تڑپھتا تھا اودھر جو وہ بے نظیر ... ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر
پر اُس نے بھی اتنا تکلف کیا ... کہ اکدن میں جوڑے کو دھانی رنگا
تمامی کی سنجاف کر کے دُرست ... بنا جلد جلد اور پہن تنگ و چست
پہن لعل و یاقوت کے نورتن ... وہ گل اِس طرح ہو کے رشک چمن
فلک سیر پر ہو شتابی سوار ... ہوا آسمان پر ہوا ایکبار
اکایک جو وارد ہوا اُس جگہہ ... کہ جس جا خرامان تھی وہ رشک مہ
نظر نازنیں کی جو اُس پر پڑی ... ہوئی جا درختوں کے اوجھل کھڑی
کیا چھپ کے عالم پہ اُس کے جو دھیان ... تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان
کہ دھانی ہی جوڑا گلے میں پڑا ... چھپا سبزے میں چاند سا ہی کھڑا
کہے تو کہ شب چاند نے آن کے ... اکالا تھا منہ کھیت سے دھان کے
وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب ... زمرد میں جوں جلوۂ آفتاب

سماں دیکھ اُس شعلۂ سبز کا ... ہوئی اور جلنے کی اُس کو ہوا
خواصیں جو تھیں دم بخود جان کر ... کہا ایک ہمراز نے آن کر
کہ اب کس طرف ان کو بٹھائیے ... جہاں حکم ہو جا کے بٹھلائیے
کہا وہ جو آراستہ ہی مکان ... ادھر سے تو دونوں ہو کے لیجا وہاں
کہے کے بموجب اُٹھا کر نقاب ... چھپا اُس کو لا کر بٹھایا شتاب

وہ بیٹھا تھا جو خلوت میں آ بے نظیر / اور ادھر سے آئی جو بدر منیر

اسے دیکھ اس نے تو پھر غش کیا / لباس اور زیور سے عش عش کیا

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی / حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اسے / محبت کے رشتے میں اینچا اسے

لگی کہنے ہی ہی میرا چھوڑ ہاتھ / یہ گرمی ہی جس سے ہے اس کے ساتھ

اری ظالم ایک دم تو تو بیٹھ جا / ذرا میرے پہلو سے تاپہ لگا

تڑپھتا ہی کب سے پڑا میرا دل / ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

غرض آخرش بعد راز و نیاز / وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر جو صہبا کے گلگوں کا دور / ہوا اور ہی اور کچھ واں کا طور

ہوئے جب وے بدمست دو ماہ رو / لگی ہونے ان میں عجب گفتگو

کہ دیتے جو نرگس کے تھے واں ہزار / لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

خواصیں جو تھیں روبرو ہٹ گئیں / بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو / چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لگے پینے باہم شراب وصال / ہوا نخل امید سے وہ نہال

لبوں سے ملے لب دہن سے دہن / دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

ملیں آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو / گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو

لگی جاکے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ　　چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ

کسی کی گئی چولی آگے سے چل　　کسی کی گئی چین ساری نکل

غم و درد دامن کشیدہ ہوئے　　وہ گل نا رسیدہ رسیدہ ہوئے

لیا کھینچ اُنھوں نے جو پرداشتاب　　چھپے ایک ہو دو مہ و آفتاب

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ　　در حُسن کے کھل گئے دو کواڑ

اُٹھے چھکے باہم شرابِ اُمید　　کوئی سُرخ رو اور کوئی روسفید

چھپر کھٹ سے باہر رکھ اپنے قدم　　نکل آئے بھرتے محبّت کا دم

نشے سے وہ لذّت کے بیہوش ہو　　گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

عرق میں اِدھر غرق وہ مہ جبیں　　گئے نیچی آنکھیں اُدھر نازنیں

یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم اِدھر　　کہ اتنے میں اودھر سے باجا گجر

گجر کے وہ بجتے اُٹھا بے نظیر　　ہوئی غم کی تصویر بدرِ منیر

نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا　　نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا

کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو　　پھر آؤنگا بولی کہ مختار ہو

خفا ہونے سے اُس کے وہ نوجواں　　گیا تو وہ لے مُنھ پر آنسو رواں

ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں بند　　لگی ہجر سے جی پر آنے گزند

بندھا پھر تو معمول اُس کا مدام　　کہ ہر روز آنا اِدھر اُس کو شام

پہر رات تک ہنسنا اور بولنا ۔ درِ عشق اور حسن کو کھولنا

کبھی ہجر سے اُن کو ہونا ملول ۔ کبھی وصل سے بیٹھنا پھول پھول

پیالا جلد ساقی مجھے بھر کے جام ۔ کہ ہے چرخ بھی در پئے انتقام

یہہ دو دل کو ایک جا بٹھاتا نہیں ۔ کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں

یہہ ہے دشمنِ وصل و دل سوزِ ہجر ۔ کرے ہے شبِ وصل کو روزِ ہجر

جدائی انھوں کی خوش آئی اسے ۔ یہہ اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے

کسی دیو نے دی پری کو خبر ۔ کہ معشوق عاشق ہوا اور پر

یہہ سنکر وہ شعلہ بھبھوکا ہوئی ۔ لگی کہنے ایش یہہ بلا کیا ہوئی

قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی ۔ ہوئی دشمن اب اُس کی میں جان کی

کہا دیو سے دے مجھے تو بتا ۔ کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا

کوئی نازنین سی تھی ایک اُس کے ساتھ ۔ کھڑی تھی دئیے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ

قضارا اُڑا میں جو ہو کر اُدھر ۔ وہ دونوں مجھے واں پڑے تھے نظر

یہہ اُڑتی سی اُس کی خبر سن پری ۔ کہا دیکھنے پاؤں اُس کو ذری

تو کھا جاؤں کچا اُسے موت ہو ۔ لگی ہے پری اب تو وہ سوت ہو

وہ آوے تو آگے مرے نابکار ۔ گریبان کو اُس کے کروں تار تار

یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ ۔ بھلا دامن اُس کا ہے اور میرا ہاتھ

ہمارے بزرگوں نے سچ ہی کہا — کہ ہیں آدمی زاد کُل بے وفا
غضبناک بیٹھی تھی یہہ تو اُدھر — کہ اِتنے میں آیا وُہ رشکِ قمر
اُسے دیکھا غصّے میں وُہ ڈر گیا — کہی تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بالا سی وُہ دیکھ اُس کے پیچھے لگی — کہا سُن تو ای موذی و مُدعی
تُجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا — کہ اُس بالزادی کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا — یہہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مُچانگا دیا تھا نہ تو نے یہی — بھلا اُس کا بدلا نہ لوں تو سہی
پھرا جیسے راتوں کو دل شاد تو — کریگا دِنوں کو بُہت یاد تو
مزا چاہ کا دیکھ اپنی ذرا — جھکاتی ہوں کیسے کوئے رہ بھلا
تُجھے جی سے ماروں تو کیا ای غریب — ولے چاہتے تھے یہے تیرے نصیب
کہ چاہِ الم میں پھنساؤں تُجھے — ہنسا ہی تو جیسا رولاؤں تُجھے
یہہ کہہ اور بُلا ایک پری زاد کو — کہا سُنیو اِس کی نہ فریاد کو
اِسے کھینچتا یہاں سے لیجا شتاب — وُہ صحرا جو ہی دردو محنت کا باب
کوا اُس میں جو ہی مُصیبت بھرا — کئی من کا پتھر ہی اُس پر دھرا
اِسے جاکے اُس چاہ میں بند کر — وہی سنگ پھر اُس کے مُنہہ پر تو دھر
سیر شام کھانا کھلانا اِسے — اور ایک جام پانی پلانا اِسے

ندیجو سودا اِس کے جو کچھہ کہے
یہی اِس کا معمول دائم رہے

گری اُس پہ جو آسمانی بلا
دِل اُس نازنیں کا ہوا ہو چلا

یہہ سُن دیو اُس گل کے نزدیک آ
پکڑ ہاتھہ اُس کا فلک پر اُڑا

ہوا یوں جو اُس جنت واڑوں کا اَوج
چلی آہ و نالے کی ساتھہ اُس کے فوج

کہا دِل یہہ رُتبہ جو کچھہ آج ہی
یہی عشق کی جان معراج ہی

کیا بند پھر جاکے اُس چاہ میں
کوا وُہ جو تھا قاف کی راہ میں

وہ یوسف کوئے میں ہوا جب کہ بند
ہوا اُسے پستی کا رُتبہ بلند

کھلے اُس کوئے کے یکایک نصیب
کہ آیا وہ اُس میں مہ دِل فریب

منور وہ گھر اُس کا سارا ہوا
کوئے کی وہ پتلی کا تارا ہوا

اندھیرا پڑا تھا سو روشن ہوا
شب تیرہ میں سانپ کا من ہوا

ولے پانوں جب اُس کا تہہ پر گیا
کوا اُس کے اندوہ سے بھر گیا

زمیں میں سمایا تحیر سے آب
گئے سوکھہ آنسو کوئے کے شتاب

ہوا واں سے اوپر گئی کانپ کانپ
کوئے نے لیا سنگ سے منہہ کو ڈھانپ

دِل اُس نازنیں کا دھڑکنے لگا
جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا

اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا
ہوا قید آ اُس اندھیرے میں سو

نکلنے کی سوجھی نہ واں اُس کو راہ
ہوا اُس کی آنکھوں میں عالم سیاہ

فغاں کی بہت اور پکارا بہت ‏ ‏ ‏ سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت

پکارا وہ جس تس کو فریاد کر ‏ ‏ ‏ نہ پہنچا کوئی کارواں بھی اودھر

نہ مونس نہ غمخوار اس کا کوئی ‏ ‏ ‏ نہ تھا جز خدا یار اس کا کوئی

وہی چاہِ تاریک اس کا رفیق ‏ ‏ ‏ وہی سنگ سر پر بجائے شفیق

ہوا بھی نہ واں جس سے کچھ دھیان ہو ‏ ‏ ‏ کوئے کی سنے کون آواز کو

کواہی مدام اس کا ہمدم رہے ‏ ‏ ‏ جو اسے سنے وہی اس سے کہے

کوا اس کو پوچھے وہ پوچھے اسے ‏ ‏ ‏ اندھیرے سوا کچھ نہ سوجھے اسے

سیاہی میں جیسے وہ کافر کا دل ‏ ‏ ‏ صعوبت میں اس سے جہنم خجل

نہ شب کی سیاہی نہ واں دن کا نور ‏ ‏ ‏ سدا ظلمتِ غم کا اس جا ظہور

غم و درد الفت کو کہا کہا جتے ‏ ‏ ‏ لہو پانی اپنا کوئے میں پیئے

اس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ ‏ ‏ ‏ قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ

نہ تھا وہ کوا تھا ستونِ الم ‏ ‏ ‏ نشانِ شبِ آفت و درد و غم

کروں مختصر یہاں سے اس غم کی بات ‏ ‏ ‏ لگا رہنے اس میں وہ آبِ حیات

نہیں مخلصی سوجھتی اب اسے ‏ ‏ ‏ نکالے خدا دیکھیے کب اسے

پھنسا اس طرح سے جو وہ بے نظیر ‏ ‏ ‏ پڑی بے قراری میں بدرِ منیر

...ن میں جو ہوتی ہی چاہ ‏ ‏ ‏ تو ہوتی ہی دل کیتئیں دل سے راہ

قلق وہاں جو گزرا تو یہاں غم ہوا ‌ ‌ ‌ رکاجی وہاں یہاں خفا دم ہوا
کئی دن جو آیا نہ وہ رشکِ ماہ ‌ ‌ ‌ نظر میں ہوا اُس کی عالم سیاہ
لگی کہنے نجمُ النسا سے بوا ‌ ‌ ‌ خدا جانے اُس شخص پر کیا ہوا
کہا اُس نے بی تم کو سودا ہی کچھ ‌ ‌ ‌ وہ معشوق ہی اُس کو پروا ہی کچھ
خدا جانے کس شغل میں لگ گیا ‌ ‌ ‌ میری بِجز ہی اِتنا بھی ہونا فدا
وہ رہ رہ کے تم کو دلاتا ہی چاہ ‌ ‌ ‌ عبث آپ کو تم کرو مت تباہ
رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے ‌ ‌ ‌ جھکے آپ سے وہ تو جھک جائیے
تفوّل بھلا کچھ نکالا کرو ‌ ‌ ‌ ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو
یہہ سُن چُپ رہی دِل میں کھا پیچ وتاب ‌ ‌ ‌ دیا کچھ نہ اِس بات کا پھر جواب
گئے اُس پہ جب دِن کئی اور بھی ‌ ‌ ‌ بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
دِوانی سی ہر طرف پھرنے لگی ‌ ‌ ‌ درختوں میں جا جا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطِراب ‌ ‌ ‌ لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
تپِ ہجر گھر دِل میں کرنے لگی ‌ ‌ ‌ دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زِندگانی سے ہونے لگی ‌ ‌ ‌ بہانے سے جا جا کے سونے لگی
تپِ غم کی شِدّت سے پھر کانپ کانپ ‌ ‌ ‌ اکیلی لگی رونے مُنہہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا ‌ ‌ ‌ نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے | محبت میں دن رات گھٹنا اُسے
کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو | تو اُٹھنا اُسے کہہ کے ہاں جی چلو
بنو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے | تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی | پہر دن کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے | کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
کسی نے کہا سیر کیجے ذرا | کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا
جو پانی پلانا تو پینا اُسے | غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے
نہ کھانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش | بھرا دل میں اُس کے محبت کا جوش
چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر | وہی سامنے صورت آٹھوں پہر
نہفتہ اُسی سے سوال و جواب | سدا رو برو اُس کے غم کی کتاب
جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن | تو پڑھنا یہ دو تین شعرِ حسن

## غزل

یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا | میرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا
الٰہی میرے دلبر کو مجھ سے خدا | نہیں تو میرا جی ٹھکانے لگا
گنہ چشم خونناز کا کچھ نہیں | میرا دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا
تو اتنا ہنسایا نہ تھا | کہ جس کے عوض یوں رلانے لگا

نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن
میرا دوست مجھ کو ستانے لگا

غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں
سبب کیا کہ دل سے تعلق ہی سب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
اسی ڈھب کی پڑھتا کہ ہو جس میں درد
نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہی غضب
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ میں اور حسن بانی کے بلانے میں

گلابی میں غنچے کی بھر کر شتاب
پیالے میں نرگس کے دے میری جان
حکایت کروں ایکدن کی رقم
اٹھی سوتے ایکدن وہ رشک پری
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل
زبس گل سے آتی ہی بو یار کی
پھر ایکدن تھا کہ منہ ہاتھ دھو
زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا
کہ زانو پہ ایک پانو کو رکھ لیا
پلا ساقیا کیفی کی شراب
کہ دیکھوں میں کیفیت بوستان
کہ دنیا میں توام ہیں شادی و غم
کہا جاکے دیکھوں چمن کو ذری
کہ غم نے کیا ہی نپٹ مضمحل
ہوا پھر ہوئی اس کو گلزار کی
چلی اٹھہ کے دالان سے سیر کو
وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
اور ایک پانو مونڈھے سے لٹکا دیا

پوچھ اُس کے پائے نگارین کا حال
کفک ... اور بندق سے لالہ کو داغ
طلائی کڑے اور کنگن کا وہ رنگ
جواہر کے چھلّے بھرے پور پور
زبس سو کے اُٹھی تھی وہ نازنیں
خماری وہ آنکھیں وہ انگڑائیاں
جوانی کا موسم شروعِ بہار
نشے میں وہ آ حسن کے بیٹھنا
خواص ایک حقّہ لیئے تھی کھڑی
وہ شیشے کا حقّہ مرصّع کا کام
ولے ایک اُس پر پڑا تھا جو پیچ
لبِ نازک اوپر وہ مُنہ نال دھر
اِدھر اور اُدھر ہر طرف تھی نگاہ
خوا... گرد و پیش
...ور چہل کے ... پیکدان
... بیاں بنی ... وچمن

زبانِ حنا وصف میں جس کے لال
نہ ہو ایسی کیفیت پائیں باغ
سنہری شفق جس کو ہو دیکھ دنگ
زری کی تنی جیسے مخمل پہ نور
پڑی تھی عجب ڈھب سے چینِ جبیں
وہ جوبن کے عالم کی سرسائیاں
وہ سینے سے جوبن کا اُس کے اُبھار
وہ چھپ تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا
کہ لالہ کی پتّی تھی اُس میں پڑی
مُغرق زری کا وہ نیچہ تمام
پہ سب اُس کے آگے تھا گویا کہ ہیچ
لگا لے تھی ہر دے میں دو دو جگر
کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان
...س اور زیور سے ہر ایک دُرست

کمریں نیچے آنکھیں کیئے باادب — اُسی شرم سے ہر قیامت غضب
وہ آنکھیں کہ کرتی تھی جیدھر نگاہ — اُدھر عشق میں آتے دل کر کے آہ
کئی ہمدم اُسی کی جو تھیں ماہ رو — بچھائے ہوئے کُرسیاں سو بسو
برابر برابر اِدھر اور اُدھر — وہ گرد اُس کے بیٹھیں تھیں بایکدگر
سماں اُس گھڑی کا کہوں کیا میں آہ — ستاروں میں آوے نظر جیسے ماہ
عجب حُسن تھا باغ میں جلوہ گر — کہ ہر گُل کی تھی اُس کے مُنھ پر نظر
چمن اُس گھڑی بر سرِ جوش تھا — گُل و غنچہ جو تھا سو بیہوش تھا
زبس عطر میں تھی وہ ڈوبی ہوئی — دوبالا ہر ایک گُل کی خوبی ہوئی
معطر ہوا اور گُل کا دماغ — کہ مہکا تمام اُس کی خوشبو سے باغ
پڑا عکس جو اُس کا طرفِ چمن — ہوا لالہ گُل اور گُل نسترن
درختوں پر اُس کی پڑی جو جھلک — زمرد کو دی اور اُس نے چمک
ہوئی اُس کے بیٹھے سے گلشن کو زیب — گیا اُڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
چمن نے جو اُس گُل کی دیکھی بہار — ہوا دیکھ اپنے گُلوں کو فگار
گُل و غنچہ و لالہ آپس میں مل — لگے کہنے اِس باغ کا [illegible] دل
گئی جی سے بُلبُل کے گُلشن کی چاہ — ہوئی سرو کی شکل قمری کو آ[illegible]
ہوئے واں کے آئینہ دیوار و در — وہ مہ سب کے دل میں ہوئی جلوہ گر

کہ اتنے میں، کچھ جی میں جو آگیا — ادا سے لگی کہنے وہ دلربا
کوئی ہے وہاں ذرا جائیو — مری حسن بائی کو لے آئیو
عجب وقت ہے اور عجب ہے سماں — کرے دو گھڑی آکے مجرا یہاں
خفا ہوں مرا جی بھی مشغول ہو — کوئی دم تو داغِ جگر پھول ہو
کسی طرح سے دل تو لگتا نہیں — جلے ہے جگر دل سلگتا نہیں
یہ سنتے ہی دوڑی گئی یک نگار — لیا حسن بائی کو اس نے پکار
وہ آنے لگی کافر اس آن سے — کہ جانے لگا جی مسلمان سے
عجب حال سے وہ چلی نازنیں — کہ مستی میں پانوں کہیں کا کہیں
وہ خلقت کی گرمی وہ جوبن پہ تھا — نشے میں بھبھوکا سا چہرہ بنا
لٹیں منہ پہ چھوٹی ہوئیں سربسر — کہ بدلی ہو جوں مہ کے ایدھر اُدھر
وہ بن پونچھی ہونٹھوں کی مستی غضب — کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی شب
وہ قط کان میں ایک بالا پڑا — کہے تو کہ تھا مہ کے ہالا پڑا
وہ پشوازِ اگری وہ نرگس کا ہار — وہ کمخواب کی بند رومی ازار
بند [illegible] زرد شال — کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال
[illegible] شبنم کی انگیا بنی تنگ و چست — کناروں پہ مینا بنت کا درست
وہ اُٹھی ہوئی چین پشواز کی — وہ سکی ہوئی چولی انداز کی

وہ مہندی کا عالم وہ نورتے چھڑے
وہ پانوں میں سونے کے دو دو کڑے

چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی
کہٹے سے کڑے کو بجاتی ہوئی

عجب ایک عالم تھا بے ساختہ
کہ عالم تھا ایک اُس پہ جاں باختہ

کئی کافریں اور بھی دلنواز
لیئے ساتھ ہاتھ اُس کے سب اپنے ساز

چلی ایک اعجاز اور ناز سے
کھڑی ہوئیں واں ایک انداز سے

روش پر جو تھا فرش اُس کے حضور
ادب سے واں بیٹھیاں دور دور

ہوا حکم گوری کا جو برملا
لیئے ساز اپنے سبھوں نے اُٹھا

دیا آسمان پر جو طبلوں کو کھینچ
ہر ایک تھاپ میں دل لیا سب کا اینچ

لگی گانے تپا وہ اِس آن سے
لگانے لگی جان ہر تان سے

عجب تان پرتی تھی انداز سے
کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے

وہ تھی گت کہری یا لڑی نور کی
مسلسل تھی ایک پھلجھڑی نور کی

گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی
کھلی اور مُندی دِل کی مرغوب تھی

غرض کیا کہوں اُس کا میں ماجرا
عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا

وہ گانے کا عالم وہ حسنِ بتاں
وہ گلشن کی خوبی وہ [illegible] سماں

گھڑی چار دن باقی اُس وقت تھا
سہانا ہر ایک طرف سایا ڈھلا

درختوں کی کچھ چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ
وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ

بیٹھے ہوئے پوستوں پر تمام
وہ [illegible] کا عالم وہ ہزارہا کا رنگ
گلابی سا ہو جانا دیوار و در
وہ چادر کا پھٹنا وہ پانی کا زور
وہ سروِ سہی اور وہ آبِ رواں
وہ اُڑتی سی نوبت کی دھیمی صدا
وہ رقصِ بتاں اور وہ ٹھمری الا
وہ دل پیسنا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ
نہ انسان کا ہی تھا دل اس میں بند
غرض جو کھڑی تھی کھڑی رہ گئی
جو پیچھے تھی آگے نہ وہ چل سکی
لگی دیکھنے آنکھ نرگس اٹھا
لگے جھانے آ وجد میں سب درخت
درخت [illegible] لئے جانور
[illegible] قمریاں شور [illegible] نعرہ زن
[illegible] ے سنگ پارہ [illegible]

روپہری سنہری ورق صبح [illegible]
وہ آنکھوں کے ڈورے نشے کی ترنگ
درختوں سے آنا شفق کا نظر
ہر ایک جانور کا درختوں پہ شور
وہ [illegible] سے پانی کا پھرنا وہاں
کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ
وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ
اچھلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ

---

ہوئے محو سنکر چرند و پرند
اڑی جس جگہ سو اڑی رہ گئی

---

جو بیٹھی سو بیٹھی نہ پھر ہل سکی
کلوں نے دئیے کان ادھر لگا
کھڑے رہ گئے سرو ہو کر درخت
بنے مثلِ آئینہ دیوار و در
بھرا اشک سے بلبلوں کے چمن
پڑے سارے فوارے اس کے اچھال

عجب راگ کو بھی دیا ہی اثر　　کہ ہو جاوے پتھر کا پانی جگر
بندھا اِس طرح کا جو اُس جا سماں　　ہوا سب کے دل کا عجب حال واں
لگا تھا زبس عشق کا اُس کو تیر　　لگی کہنے ہے ہے آہ بدر منیر
بندھا اُس کو عاشق کا اپنے خیال　　لگی رونے ناحق پہ دھر کر رومال
کہیں کا کہیں لے اُڑا اُس کو راگ　　ہوا سے ہوئی اور دونی وہ آگ
لگی کہنے ہی ہی یہ دیکھوں میں سیر　　کہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر
وہی جانے ہو جس کے کچھ دل کو لاگ　　مشرق بن سب ہی کا نذر آگ
بھلا کہوں کہ جی اُس کا خوش حال ہو　　کہ ہجراں کا غم جس کے دُنبال ہو
جگر میں اگر آہ کی سول ہو　　لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال　　جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر　　جسے اپنے گل کی نہ ہووے خبر
یہ کہکر اُٹھی واں سے وہ دلربا　　چھپر کھٹ میں جا کر گری منہ چھپا
خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا　　ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
سب اُٹھتے ہی بس اُس کے جاتی رہیں　　طوایف کہیں اور خواصیں کہیں
مری عقل اِس جا پہ حیران ہی　　کہ یارب یہ کیسا گلستان ہی
ہر ایک وقت ہی اُس کا عالم جدا　　جو چاہو یہ پھر ہو تو امکان کیا

کبھی ہے خزاں اور کبھی ہے بہار || نہیں ایک وتیرے پہ لیل و نہار

## داستان بے نظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری میں

پلا ساقی ایک جام مجھ کو شتاب | کہ پردے میں شب کے گیا آفتاب
شب ہجر کی یہ علامت ہوئی | غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی
گری جب چھپر کھٹ میں وہ رشک حور | سہیلیوں کو کہا تم رہو دور دور
اکیلی وہ روتی تھی زار و نزار | اسی اپنے عالم میں بے اختیار
گرے چشم سے اس کے لخت جگر | کہ دھویا اسی آب سے منہ سحر
صبوحی تو دے ساقی لعل فام | کہ رو دھو کے میں رات کاٹی تمام
ہوا آفتاب الم جو طلوع | اداسی کا ہونے لگا دن شروع
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ | تو جوں آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار | لگی کوکنے جیسے دیوے فشار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر | لگی دل کو بہلانے ایدھر ادھر
زباں پر تو باتیں [illegible] دل اداس | پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر | نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
[illegible] سیر کھالا ہے تو کچھ غم نہیں | جو کرتی ہے اب میلی تو محرم نہیں
جو پہنی ہے [illegible] کی تو ہے وہ [illegible] | جو لنگھی نہیں کی تو یوں ہی سہی

جو سینہ کھُلا ہی تو دل چاک ہی | غم آلودہ صُبح طرب ناک ہی
نہ منظور سُرمہ نہ کاجل سے کام | نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام
ولیکن یہ خوبوں کا دیکھا سُبھاؤ | کہ بگڑے سے ہو نا ہو اُن کا بناؤ
نہیں حُسن کی اِسطرح بھی کمی | جو بگڑی ہی ایسی تو گویا بنی
غرض بے ادائی ہی یہاں کی ادا | بتوں کو سبھی کچھ لگے ہی بھلا
جو ماتھے پہ چینِ جبیں غم سے ہی | تو وہ بھی ہی یک موجِ دریائے می
وہ آنکھیں جو روتی ہیں بس پھوٹ پھوٹ | یا نکہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپِ غم سے یوں تمتمائے ہیں گال | نہ جیوں رنگِ لالہ ہو وقتِ زوال
گریبان سینے پہ جو ہی کھُلا | تو گویا وہ ہی صُبحِ عشرت فزا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہی | و یا آہ ہونٹھوں پر کچھ سرد ہی
ادا سے نہیں یہ بھی عالم جُدا | کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

## بدرِ منیر کی بینظیر کے فراق میں اور نجم النسا کی تسلی دینے میں

پلا ساقیا ساغرِ بے نظیر | پھنسی دامِ ہجران میں بدرِ مُنیر
وہ حُسن و جوانی اور اُس پر یہ غم | ستم ہے ستم ہے ستم ہی ستم
جہاں بیٹھنا آہ کرنا اُسے | بہانہ نزاکت پہ دھرنا اُسے
کبھی خوں ہو آنکھوں سے رو ڈالنا | کسی کو کبھی دیکھ دھو ڈالنا

خواصوں کو بالا بتانا اسے — اکیلی درختوں میں جانا اسے
ولے اُن درختوں میں جس میں وُہ ماہ — سرِ شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
سو یہہ بھی پہر دن سے آ واں مدام — اُسی چھاؤں میں بیٹھ کرتی تھی شام
گیا اِس طرح جب مہینا گذر — کہ وُہ ماہ مُطلق نہ آیا نظر
اور اِس کا اِدھر رنگ گھٹنے لگا — جگر خوں ہو مژگاں پہ بٹنے لگا
لگی رہنے تپ جان بیتاب میں — لگا فرق آنے خور و خواب میں
محبت کا سودا سا ہونے لگا — جُنوں تُخمِ وحشت کا بونے لگا
سرکنے لگا پاسِ ناموس و ننگ — لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
خموشی اُٹھانے لگی دِل میں شور — جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہہ احوال دیکھ اُس کا دُختِ وزیر — لگی جالگے کہنے کہ بدرِ مُنیر
تو وُہ ہے کہ سب کہتیں ہیں وے وقوف — کدھر دِل گیا تیرا ای بیوقوف
مُسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پیت — مثل ہے کہ جوگی ہوئے کِس کے میت
اری چار دن کے ہیں یے آشنا — بالا دِل کو آخر کریں ہیں جدا
گئے آسماں کچھ زمیں کے ہیں یے — جہاں بیٹھے ہیں بس وہیں کے ہیں یے
تو بھولی ہے کس بات پر ای بوا — خبر لے دیوانی تجھے کیا ہوا
سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے — تو دِل بھولے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو
تو پھر چاہیئے اُس کی پروا نہ ہو

وُہ خوش ہو گا اپنی پری کو لیئے
عبث اُس پہ بیٹھی ہو تم جی دیئے

تمہاری اُسے چاہ ہو تی اگر
تو اب تک وُہ تم کو نہ آتا نظر

لگی کہنے تب اُس کو بدرِ مُنیر
کہ سُنتی ہی اے میری دُختِ وزیر

کِسی کی بدی تو نکر عیب ہی
کہ اُس کا خُدا عالمُ الغیب ہی

وُہ اپنے دِلوں سے تو ہی نیک ذات
ہوئی اُس پہ کیا جانیں کیا واردات

ہوا قید یا آنے پایا نہ وُہ
گئے اِتنے دِن اب تک آیا نہ وُہ

مجھے رات دِن اِس کا رہتا ہی ڈر
پری نے سُنی ہو نہ یہاں کی خبر

نہ باندھا ہو اُس کو کِسی قید میں
کیا ہو نہ اُس کے تئیں قید میں

پری نے کہیں طیش کھا لاف میں
دیا ہو نہ پھینک اُس کو کوہِ قاف میں

پرستان سے بھی نکالا نہ ہو
کِسی دیو کے مُنہہ میں ڈالا نہ ہو

نہ ملنے کے دُکھ اُس کے سب میں سہے
بھلا اپنے جی سے وُہ جیتا رہے

یہہ کہہ حالِ دِل اپنا رونے لگی
گہر آنسوؤں کے پرونے لگی

گئی مُنہ کری مار آخر کو لیٹ
چھپر کھٹ کے کونے میں سر مُنہہ لپیٹ

## داستان خواب دیکھنے میں بدرِ مُنیر کے بینظیر کو کوئے میں

پلا ساقیا جامِ جم سی وُہ مُل
کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کُل

لگن لے تو آ کام فرخندہ حال ۔ کہ آخر یہہ دُنیا ہی خواب و خیال

ذرا آنکھہ لگ گئی جو اُس حال میں ۔ تو دیکھا پھنسا اُس کو جنجال میں

قضا نے دِکھایا عجب اُس کو خواب ۔ کہ دُشمن نہ دیکھے وُہ حالِ خراب

یہہ دیکھا کہ صحرا ہی ایک لق و دق ۔ کہ رُستم جِسے دیکھہ ہو جاوے فق

نہ اِنسان ہی وہاں نہ حیوان ہی ۔ فقط یک کفِ دستِ میدان ہی

مگر بیچ میں اُس کے ہی ایک کواں ۔ کہ اُٹھتا ہی آہوں کا واں سے دھواں

کوئے کا ہی مُنہہ بند اور اُتے اڑی ۔ کئی لاکھہ من کی ہی ایک سِل پڑی

صدا وہاں سے یہہ ہی کہ بدرِ مُنیر ۔ تِرے چاہِ غم میں ہوا ہوں اسیر

میں بھولا نہیں تُجھہ کو ای میری جان ۔ کروں کیا کہ ہی مُجھہ پہ قیدِ گراں

پر اِس قید میں بھی ترا دھیان ہی ۔ فقط تیرے پانے کا ارمان ہی

تو اپنی جو صورت دِکھاوے مُجھے ۔ تو اِس قیدِ غم سے چُھڑاوے مُجھے

نہیں مُجھہ کو مرنے سے کُچھہ اپنے ڈر ۔ یہہ غم ہی کہ تُجھہ کو نہ ہووے خبر

تُجھے کاش اِس وقت میں دیکھہ لوں ۔ جیوں میں اگر تیرے آگے مروں

ولیکن یہہ ہی خام میرا خیال ۔ نہیں وصل مُمکن بغیر از وِصال

کوئی دم کا مِہمان ہوں آج کل ۔ اِسی چاہ میں جائیگا دم نِکل

یہہ سُن وارداتِ شہِ بے نظیر ۔ جو چاہے کرے بات بدرِ مُنیر

یہہ ہرگز میسّر نہ آئی اُسے
قضائے نہ ایسی کی سُنائی اُسے

یکایک گئی آنکھ اتنے میں کُھل
بھرے اشک رُخسار پر آئے ڈھل

نہ وُہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وُہ
پڑی گوش میں پھر نہ آواز وُہ

صدا اپنے یوسُف کی سُن خواب سے
اُٹھی باولی جانِ بیتاب سے

کہا گو کسی سے نہ اُس نے یہہ بھید
ولے جوں مہِ صُبح چہرہ سُفید

ڈھلے مُنہہ پہ آنسو ہوا بسکہ رنج
چھپے چاندنی میں ستاروں کے گنج

وُہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد
سراپا ہوا شکلِ اندوہ و درد

زبس آہِ پنہاں سے گُھٹنے لگی
تو مُنہہ پر ہوائی سی چھُٹنے لگی

مژہ وُہ نکیلی جو تھی تیز سی
ہوئی اشکِ خونیں سے گلریز سی

بُھچپا سا قد تھا جو رشکِ انار
نکلنے لگے اُس سے شُعلے ہزار

جلیں اُس کے آہوں سے گُل صورتیں
ہوئیں سب وُہ تتّی کی جوں مورتیں

چھپایا بہُت اُس نے پر ہمنشیں
چھپائے سے آتش چھپے ہی کہیں

کسی سے کسی کو جو ہوتی ہی لاگ
بغیر از کہے اوڑ لگتی ہے آگ

خواصیں کئی وے جو ہمراز تھیں
بڑی خدمتوں میں سرافراز تھیں

کہا اُن سے رو رو کے احوالِ خواب
رُلایا اُنھیں پڑھکے غم کی کتاب

سُنا جب کہ نجم اُلنسا نے یہہ حال
ہوئی بیقراری تب اُس کو کمال

## داستان نجم النسا کے جوگن ہونے میں

لگی کہنے وہ یوں نہ آنسو بہا
ترے واسطے میں نے سب دکھ سہا

بس اب سر بصحرا نکلتی ہوں میں
اُسے ڈھونڈھ لانیکو چلتی ہوں میں

جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم
تو پھر آکے میں دیکھتی ہوں قدم

وگر مرگئی تو بلا سے موئی
تو یوں جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی

کہا شاہزادی نے بس اے رفیق
ہوئی میں تو اس چاہِ غم میں غریق

بھلی چنگی اپنی نہ کھو جان تو
کہ وہ ہی پری اور انسان تو

رسائی تیری کب ہو نہ ہوگی وہاں
مجھے بھی نہ دے ہاتھ سے میری جان

میں جیتی ہوں اس آسرے پر فقط
کہ ہوتا ہی تجھ سے مرا غم غلط

وگرنہ میں رک رک کے مر جاؤنگی
اسی طرح جی سے گذر جاؤنگی

کہا اُس نے کیا کیجئے پھر بھلا
پڑی سر پہ یہ ناگہانی بلا

میں اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول
ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول

تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
اس اندوہ کا مجھ کو یارا نہیں

یہ کہہ اُس نے زیور اُتار اپنا سار
کیا اپنی پشواز کو تار تار

گریبان کو مثل گل چاک کر
دیا خاک پر پھینک ادھر اُدھر

پھر آئے جو کچھ اُس کے ہوش و حواس
سجا تن پہ جوگن کا اُس نے لباس

پہن سیلی اور گیروا کھیس
چلی بنکے صحرا کو جوگن کے بھیس

کئی سیر موتی جلا راکھ کر
بھبھوت اپنے تن پر ملا سر بسر

پہن ایک لہنگا زری باف کا
وہ پردہ سا کر اُس تنِ صاف کا

زری کے دوپٹے سے چھاتی کو باندھ
بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ

زُمرّد کے مُندرے لگا کان میں
کہ جوں سرو و گُل ہو گُلستان میں

گلے بیچ ڈال اپنے مالوں کتیں
پریشان کر اپنے بالوں کتیں

زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا
کیا سُنبُلستان کو جھمکا

لٹائیں دیئے بل دوش پر موڑ دیں
وہ باگیں سی شبدیز کی چھوڑ دیں

مئے غم سے آنکھوں کو کر لال لال
رکھا چشم میں خونِ دل کو نکال

زُمرّد کی سُمرن کو ہاتھوں میں ڈال
اور ایک باہن کاندھے پر اپنے سنبھال

جو منکے تھے منکے انھیں کر درُست
پہن اپنے موقع سے چالاک و چُست

چلی بن کے جوگن وہ باہر کتیں
دکھاتی ہوئی حال ہر ہر کتیں

تفِ سوزِ دل کا عیاں مُنھ سے حال
اُڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال

اُس آئینہ رو کا کروں کیا بیاں
صفا راکھ سے اور چمکی وہاں

کرے حُسن کو کس طرح کوئی ماند
چھپے ہی کہاں خاک ڈالے سے چاند

چھپانے کو سانگ اُس نے جو جو کیئے
غرض حُسن نے اور جلوے دیئے

وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دمک
شبِ تیرہ میں کہکشانِ فلک

زرِ [illegible] حلقہ سر اوپر دھرے
کہ جوں شب میں کوئی بنیتی کرے

زمانے کو بھائی جو اُس کی ادا
تو اُس رات پر دن کو صدقے کیا

کھرے جو کہ تقویم دل سے حساب
کہے سنبلہ میں گیا آفتاب

یہہ برق و یہہ ابرِ سیہ ہی اگر
تو دامانِ عشاق ہوونگے تر

زمرد کے مندرے وہ اس آن پر
کہوں کیا کہ جیسے کھلے کان پر

وہ مندرے وہ تن اُس کا خاکستری
ہوئی حسن کی اور کھیتی ہری

اُڑے سبزہ و گل کے دیکھ اُس کو ہوش
وے دونوں ہوئے اُس کے حلقہ بگوش

نظر کر صفائی کو اُس گوش کی
زمرد کو اُس گوش کی لو لگی

بڑھے کیوں نہ ہر دم زمرد کی شان
جب ایسے کسی کے لگیں جا کے کان

وہ موتی کے بالے وہ مونگے کے ہار
گلِ ونسترن کی چمن میں بہار

گلابی سی وہ نرگسِ شوخ رنگ
بھرے جس میں لالہ نے لالا کے رنگ

وہ قشقہ کہ سچا سُرخ ماتھے پہ یوں
پڑے نور پر لعل کا عکس جوں

ادا اُس کی دیکھے جو عاشق کبھو
تو رویا کرے چشم سے وہ لہو

یہہ باہیں اُس کے کاندھے پہ تھیں خوشنما
چلے جوں کوئی مست شیشہ اُٹھا

دیارِ محبت میں [illegible]
[illegible] باہیں عشرت کی بھنگی تھی وہ

نہ تھیں باہیں تھے [illegible] رنگ کے
ویا تھے سبو [illegible] آہنگ کے

سو وہ بین کاندھے پہ رکھ یوں چلی
کہ لاوے کوئی جیسے گنگا جلی

ہر ایک تار تھا بین کا رود نیل
وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل

نہ عاشق ہوئے اُس کے عالم پہ لوگ
دِوانہ ہوا جوگ دیکھ اُس کا جوگ

بنی جب کہ جوگن وہ اِس رنگ سے
لگے پھوڑنے دوست سر سنگ سے

وہ رخصت جو اِس طرح ہونے لگی
تو وہ صاحبِ خانہ رونے لگی

وہ رو رو کے دو ابر غم یوں ملے
کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

یہاں تک بندھا اُس کے رونے کا تار
بہے پھوٹ دیوار و در ایک بار

گھرے تھے وہ جوگن کے جو گرد کُل
وہ رو رو ہوئے شبنم آلودہ گُل

نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار
کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار

چلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھا
اسی طرح دکھلا ہمیں منہ پھر آ

کسی نے کہا بھولیو مت مجھے
خدا کی تئیں میں نے سونپا تجھے

کہا اُس نے خیر اب تو جاتی ہوں میں
جو جینا ہے تو اُس کو لاتی ہوں میں

تمھیں بھی خدا کو میں سونپا سُنا
مرا بخشیو تم کہا اور سُنا

جدا ہو کے القصہ روتوں کو چھوڑ
چلی اپنے گھر بار سے منہ کو موڑ

نہ سدھ بدھ کی لی اور مشکل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

لئے بین پھرتی تھی صحرا نورد
تن خاک خاک اور رخ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے | کہ جیسے وہ شیدا کا شیدا ملے
جہاں بیٹھہ کر وہ بجاتی تھی بین | تو سُنّنے کو آتے تھے آہوے چین
بجاتی وہ جوگن جہاں جو گیا | تو واں بیٹھتی خلق دھونی لگا
اُسے سُن کے آتا تھا صحرا کو جوش | صدا سے درختوں کی کرتا خروش
گُلِ نغمہ جو اُس سے گرتے ہزار | تو لیتا اُنھیں دشت دامن پسار
کہیں حلقہ حلقہ کہیں لخت لخت | کھڑے ہوکے گرد اُس کے سُنتے درخت
بجاتی تھی جوں جوں وہ بن بن کے بین | خس و خار سُنتے تھے بن بن کے بین
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی | ہر ایک عالمِ شوق میں تھی کھڑی
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہہ کبھی | درو دشت غش ہو پڑے تھے سبھی
یہاں تک کہ رہ میں جو تھے نقشِ پا | وہ بیٹھے تھے کان اپنے اودھر لگا
گُلِ نغمہٗ ترکی تھی یہہ بہار | کہ صحرا کے گُل اُس کے آگے تھے خار
سُن آواز کی اُس کی شان و شکوہ | کچھہ ایک دب کے بیٹھے تھے سُننے کو کوہ
نہ پانی بھی سُن شور اُس کا چلے | کوئے کے دلوں میں ہوئے ولولے
نہ چشمہ ہی کچھہ آبدیدہ رہے | گریبان کر چاک دریا بہے
گئی جو صدا گوش میں راگ کے | تو سُنّنے کو سوتے اُٹھے جاگ کے
سمجھہ بین کی اُس کی انساں بسار | گریبان کرنے لگے تار تار

فقط بلبل و گل کا تھا کب ہجوم ۔۔۔ کہ گرتیں تھیں واں ڈالیاں جھوم جھوم
تحیّر کا تھا واں ہر ایک کو مقام ۔۔۔ زباں کا نکلتا تھا ہاتھوں سے کام
چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کتیں ۔۔۔ بساتی تھی جنگل میں منگل کتیں
یہ ہر جا یہ تھا اُس کے دم سے طلسم ۔۔۔ بندھا تھا اُسی دم قدم سے طلسم
شب و روز سرگشتہ مثالِ صبا ۔۔۔ اِسی طرح پھرتی تھی وہ جا بجا

### فیروزشاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کے عاشق ہونے میں جوگن پر

کدھر ہی تو ای ساقیِ گلعذار ۔۔۔ کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار
کوئی پھول سی دے شتابی شراب ۔۔۔ کہ شہرِ مطالب کو پہنچوں شتاب
وہ دارو پلا دل کو جو راس ہو ۔۔۔ کہ جینے کی بیمار کو آس ہو
مسبّب کے اسباب دیکھو ذرا ۔۔۔ کہ قدرت میں ہی اُس کی کیا کیا دھرا
سفید و سیہ اُس کے ہی اختیار ۔۔۔ بنایا ہی اُس نے یہ لیل و نہار
جہاں میں ہی اندوہ و عشرت بہم ۔۔۔ کہیں صبحِ عیش و کہیں شامِ غم
دو رنگی زمانے کی مشہور ہی ۔۔۔ کبھی سایہ ہی یہاں کبھی نور ہی
قضارا سُہانا سا ایک دشت تھا ۔۔۔ کہ یک شب ہوا اُس کا واں بسترا
وہ تھی اتفاقاً شبِ چاردہ ۔۔۔ اداسے وہ بیٹھی تھی واں رشکِ مہ
بچھی ہر طرف چادرِ نور تھی ۔۔۔ یہی چاندنی اُس کو منظور تھی

بجھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین | دو زانو سنبھل کر وہ زہرا جبین
کیدارا بجانے لگی شوق میں | لگی دست و پا مارنے ذوق میں
کیدارا لگا جیسے یہہ اُس کے ہاتھہ | کہ مہ نے کیا دایرہ لیکے ساتھہ
بندھا اِسطرح کا جو اُس جا سماں | صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر | وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت | لگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
درختوں کے پتے چمکتے ہوئے | خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور | گرے جیسے چھانی سے چھن چھن کے نور
دیا یہہ کہ جوگن کا مُنہہ دیکھہ کر | ہوا نور سائے کا ٹکرے جگر
گیا ہاتھہ سے بین سُنکر جو دل | گئے سایہ و نور آپس میں مل
وہ صورت خوش آئی جو اُس نور کی | دل اپنے پہ سائے نے منظور کی
ہوا بندھہ گئی اُس گھڑی اِس اُصول | بسیرا گئے جانور اپنا بھول
درختوں سے لگ لگ کے بادِ صبا | لگی وجد میں بولنے واہ وا
کیدارا کا عالم یہہ تھا اُس گھڑی | کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
یہاں تو یہہ عالم تھا اور طور یہہ | اُس اودہر مزا تم سُنو اور یہہ
کہ تھا ایک پریزادہ فرخ سیر | جنوں کے وہ تھا بادشہ کا پسر

نہایت طرحدار صاحب جمال ۔۔۔ برس بیس اکیس کا سن و سال

ہوا پر اُڑاے ہوئے اپنا تخت ۔۔۔ کسی طرف جاتا تھا فیروز بخت

وُہ جاتا تھا کرتا ہوا سیرِ ماہ ۔۔۔ اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ

یکایک سُنی بین کی جو صدا ۔۔۔ وہاں تخت لا اُس نے اپنا رکھا

جو دیکھے تو جوگن ہے اِک رشکِ حور ۔۔۔ کہ چشمِ فلک نے نہ دیکھا یہہ نور

نظر کر کے حُسن اُس کا غش کر گیا ۔۔۔ تعشّق کے عالم میں بس مر گیا

کہا کچھ بناوٹ کا یہہ بھیس ہے ۔۔۔ لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

پر اتنا تم پر اِتنا کہو کیا بجوگ ۔۔۔ لیا واسطے کس کے تُم نے یہہ جوگ

کِدھر سے تُم آئے کہاں جاؤ گے ۔۔۔ دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے

وُہ سمجھی کہ اُس کا دِل آیا اِدھر ۔۔۔ کہ دِل بھی تو رکھتا ہے دِل کی خبر

خس و خار ہے عشق حُسن آگ ہے ۔۔۔ سدا عشق اور حُسن میں لاگ ہے

ولے راگ ہے اور اُس دیں ہوا ۔۔۔ کہ دونوں طرف آگ دے ہے لگا

کہا ہنسکے جوگن نے ہر بول ہر ۔۔۔ جہاں سے تو آیا چلا جا اُودھر

کہا تب پریزاد نے واہ جی ۔۔۔ بُہت گرم ہیں آپ اللہ جی

نہ روکھے ہو اتنا بھلا جاونگا ۔۔۔ ذرا بیٹھ سُنکر چلا جاؤنگا

کہا اُونے بنونوں سے اپنے کہو ۔۔۔ فقیروں کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوئے
اسی لطف میں یہ تو بےدم ہوئے

گئے بیٹھ آ سامنے رنت میں
رہا کھیت یہ تو اسی کھیت میں

نظر حسن پر گاہ گہ بین پر
سراپا دل اس لعبت چین پر

رہا تن بدن کا نہ کچھ اس کو ہوش
بنا گل وہ جوں نقش پا چشم و گوش

وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر
ہوا غم میں جوگن کے یہ بھی فقیر

نہ سدھ گھر کی لی اور نے راہ کی
جب آئی ذرا سدھ تو پھر آہ کی

بجاتی رہی بین وہ صبح تک
بہت رویا گیا سامنے بے دھڑک

ادھر تان پر بین کے تھی بہار
بندھا تھا ادھر اس کے رونے کا تار

دھری اپنے کاندھے سے جب اس نے بین
اٹھی لیکے انگڑائی زہرا جبین

پری زاد نے تب پکڑ اس کا ہاتھ
بٹھایا تخت پر اپنے ساتھ

زمیں سے اڑا آسماں کے تئیں
و کہتا کہا کیں نہیں ڈرے نہیں

نہانا اور اس نے اتارا اسے
پرستان میں لا بٹھایا اسے

یہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے
کہا عرض رکھتا ہوں میں آپ سے

یہ جوگن [illegible] صاحب کمال
ذرا بین سنئے اور اس کے خیال

بہت آپ اس سے اٹھاوینگے حظ
بہت بین سن اس کی پاوینگے حظ

کہا اس نے ملا بہت خوب ہے
ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہے

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو اِدھر | کرو روشن اپنے قدم سے یہہ گھر
کھلے بخت بیٹے کے اور باپ کے | سر اوپر ہمارے قدم آپ کے
بہت اُس کی تعظیم و تکریم کی | جگہہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی
پلا مجھہ کو ساقی محبت کا جام | کہ مہمانیوں میں ہوا دن تمام

## داستان فیروزشاہ کے مجلس آرائی اور جوگن کے بُلانے میں

یہہ جوگن جو بیٹھی بروگن ہوئی | کہ اِتنے میں رات آئی جوگن ہوئی
بھبھوت اپنے منہہ پر شتابی سے مل | رکھہ اِندوی کو مہ کی شب آئی نکل
دِکھاتی ہوئی سوزِ دل دور سے | اُڑاتی ہوئی رال کو نور سے
ستاروں کے مالے گلے بیچ ڈال | وہ پہنچی پرستان میں حال حال
ہوئی شب جو وہ بزم انجم فروز | چھپا رنگ سے اُس کے پردے میں روز
ملک نے پرستان میں مجلس سنا | بُلایا اُسے جس کی تھی یہہ ثنا
پریزاد سارے ہوئے جمع واں | کہ دیکھیں تو جوگن کا چلکر سماں
وہ جوگن جو سچ مچ تھی زہرہ جبین | سو مجلس میں آئی لیئے اپنی بین
بہت منتوں سے بُلایا اُسے | بڑی عزتوں سے بٹھایا اُسے
کہا ہم ہیں مشتاق کچھہ گائیے | سماں بین کا ہم کو دِکھلائیے
کہا کچھہ بجانا نہیں اپنا کام | ہر ایک طرح لینا ہمیں ہر کا نام

ہیں بیزار فرمائشوں سے وزیر | ولے کیا کریں اب ہوئے ہیں اسیر

کہا جوگی صاحب یہہ کیا بات ہی | کرم آپ کا ہم پہ دن رات ہی

جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دیں | نہیں جس میں راضی ہو تم سو کریں

کہا اِس طرح سے جو فرماؤگے | تو واں بندگی ہی میں کچھہ پاؤگے

یہہ کہہ اُس نے اور بین کاندھے پہ دھر | یہاں تک بجائی کہ دیوار و در

کھڑے رہ گئے ہوش کھوئے ہوئے | نظر جو پڑے واں سو روئے ہوئے

گیا اہلِ مجلس کا دل جو پگھل | تو جوں شمع اشک آئے سب کے نکل

ہوئیں بین پر اُنگلیاں یوں رواں | کہ آنکھوں سے اُس کے ہوا دل رواں

رواں و دواں کر دیا جان کو | رُلایا ہر ایک جن و انسان کو

ہوا حال پر اُس کا جو کچھہ تباہ | وُہ عاشق جو تھا اُس پہ فیروز شاہ

کبھی سامھنے آکے کرتا نظر | کبھی دیکھتا چھپکے ایدھر اُدھر

ستوں کی کبھی اوٹ میں ہوکے وہ | کھڑا دیکھتا اُس کو رو روکے وہ

کبھی ایدھر اودھر سے پھر پھر کے آ | سے اُس کے مکھڑے کی لیتا بلا

اُ [redacted] | کن انکھیوں سے پر دیکھہ رہتی اُسے

[redacted] ی جب اُن پر [redacted] | تو یہہ اور کی طرف کرتی نظر

اِس آن و ادا پر وہ [redacted] شاہ | دل و جان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ

اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا
تو کہا رشک کہتا کہ پھر تم کو کہا

غرض تھی یہہ صحبت کہ میں کیا کہوں
یہی دل تھا اُس کا کہ دیکھا کروں

بجی پھای صحبت میں واں ایسی بین
کہ غش کر گئے وے جو تھے نکتہ چین

سراا پریزاد کے باپ نے
کہا کی دیا جوگی جی آپ نے

اِسی طرح ہر شب کرم کیجیے
مری بزم رشکِ اِرم کیجیے

مقدم ہمارا رجھانا کرو
ہمیں اپنا مُشتاق جانا کرو

یہہ گھر بار ہیں آپ کا ہی تمام
ہوئے آج سے ہم تمھارے غلام

تکلف کو موقوف کر دیجیے
جو کچھ تم کو درکار ہو لیجیے

کہا اُس نے مطلب نہیں کچھ ہمیں
تمھارا مبارک رہے گھر تمھیں

کہاں ہم کہاں تم ہوا جو یہہ ساتھ
یہہ تھی بات سب آب و دانے کے ہاتھ

یہہ کہہ واں سے اُٹھی وہ جوگن اِدھر
دیا تھا جہاں اُس نے رہنے کو گھر

لگی رہنے اُس میں شب و روز وہ
سمجھ جی میں کچھ کچھ دل افروز وہ

کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہی جی
نہ گھبرائیو اپنے دلمیں کبھی

بہ بینم کہ تا کیرد گاہے جہاں
ورین آ [redacted] د نہاں

غرض اِس طرح اُس کا معمول تھا
کہ اُس شاہ پریوں کی [redacted] میں جا

پہر رات تک ہنستی اور بولتی
ہر ایک بات میں قند تھی گھولتی

سجاتی تھیں سب کو رِجھاتی تھی وُہ    پہر کے بجے گھر میں آتی تھی وُہ
ولے کیا کہوں حالِ فیروز شاہ    کہ تھی دِن بدن اُس کی حالت تباہ
نہ دُنیا کی اُس کو نہ دِین کی خبر    اُسی کے تصوّر میں شام و سحر
اُسی شمع کے گِرد پِھرنا اُسے    پتنگے کی مانند گِرنا اُسے
بہانے سے ہر کام کے روز و شب    وُہیں کاٹتی آ کے اوقات سب
اُسی طرح اوقات کھونا اُسے    سدا بین سُن سُن کے رونا اُسے
وُہ جوگن بھی سو سو طرح کر ادا    ہر ایک آن میں اُس کو لیتی لبھا
ولے کُچھ بھی پاتی جو حُسنِ طلب    تو عاشق پہ غُصّہ وُہ کرتی غضب
کیا اُس نے پردے میں جب کُچھ سوال    دیوانہ کیا اُس کو باتوں میں ڈال
کبھی خوش کیا اور کیا گہہ اُداس    کبھی دور بیٹھی کبھی اُس کے پاس
کبھی تیکھی نظروں سے گھایل کیا    کبھی میٹھی باتوں سے مایل کیا
کبھی تیڑھی باتوں سے مارا اُسے    کبھی سیدھے دِل سے پُکارا اُسے
کبھی ہنسکے دیکھا ذرا خوش کیا    کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا
کبھی مُنہ دِکھایا چھپایا کبھی    کبھی مار ڈالا جِلایا کبھی
لٹوں میں کبھی دِل کو لٹکا دیا    کبھی ساتھ بالوں کے جھٹکا دیا
وُہ ہر چند آنکھیں دِکھاتی رہی    پہ نظروں میں دِلکو لُبھاتی رہی

بچارہ پریزاد وہ سادہ دل ۔۔۔ ادائیں یہہ انسان کی متصل
اسی طرح مدت گئی جب اسے ۔۔۔ چڑھی گرمئ عشق کی تپ اسے
جگر خون ہو آنکھون سے آیا ابل ۔۔۔ گیا دل سب اندر ہی اندر پگھل
یہہ دی پردۂ دل سے جی نے صدا ۔۔۔ کہ ہی صبر کی اپنے اب انتہا
جو کہنا ہی اسے تو کہہ حالِ دل ۔۔۔ کہ اب تنگ ہی اپنا احوالِ دل
سنبھالتا ہی اب بھی تو ظالم سنبھال ۔۔۔ نہیں کوئی دم میں چلا دم نکل
ملا کر تو اب دستِ افسوس کو ۔۔۔ پرا رہ لیئے ننگ و ناموس کو
یہہ سن جی کا پیغام مجبور ہو ۔۔۔ کہا اپنے نزدیک گو دور ہو
بلا سے اگر آن رہتی نہیں ۔۔۔ کہ اب بن کہے جان رہتی نہیں

---

غرض ایک دن بات یہہ ٹھان کر ۔۔۔ لگا گھات پر اپنی وہ آن کر
نہ تھا اسگھری کوئی ادھر ادھر ۔۔۔ اکیلی پری جو گن اس کی نظر
اکیلی اسے دیکھ ہو بے قرار ۔۔۔ گرا اسکے پانوں پہ بے اختیار
گرا اس طرح سے قدم پر جو وہ ۔۔۔ تو کہنے لگی مسکرا اس کو وہ
کہ ہی آج کیا یہہ خلافِ قیاس ۔۔۔ گرا اتنا تو ہو کے کیوں بے حواس
کیسی نے تیرا دل ستایا کہیں ۔۔۔ دیا جی کو تیرے لبھایا کہیں
میرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی ۔۔۔ کہ مہمانیوں کی مصیبت ہوئی

فقیروں سے اتنا نہو تو خفا — چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا
اذیت مگر ہم سے پاتا ہی تو — کہ اب پانوں پر پر اٹھاتا ہی تو
لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ — کہ بس بس یہی تو کہو گی نہ واہ
تمھاری سمجھ نے تو مارا ہمیں — یہ باتیں نہیں اب گوارا ہمیں
ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا — جلے دل کو ناحق جلاتی ہو کیا

---

ہوے تم نہ واقف مرے حال سے — فدا میں ترا جان اور مال سے
تم اپنا سا مجھ کو سمجھتے نہ تھے — بھلا تم کو اب یہاں کوئی کیا کہے
تم ایسے ہی بے رحم و بے درد ہو — غرض اپنے عالم میں تم فرد ہو
یہ سن ہنس کے بولی وہ کہہ اپنا حال — کہ تو کیوں گرا سر کو پانوں پہ ڈال
کہا تب پریزاد نے خیری جان — کہاں تک کروں رازِ دل کو نہاں
بھلا ہجر میں کب تلک ہوں ملول — غلامی میں اپنی مجھے کر قبول
لگی ہنس کے کہنے کہ اک طور سے — جو میری کہانی سنے غور سے
مطالب اگر میرے بر لائے تو — تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو
کہا اس نے پھر جلد فرمائیے — جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے
کہا اس نے یہ ہی مری داستاں — کہ شہرِ سراندیپ ہی یک مکاں
ملک ایک واں کا ہی مسعود شاہ — کہ بیٹی ہی ایک اس کی مانند ماہ

جہاں میں ہے بدرِ منیر اُس کا نام
میں رہتی تھی خدمت میں اُس کی مُدام

بنایا تھا اُس نے الگ ایک باغ
کہ فردوس کا تھا وہ چشم و چراغ

جُدا باپ سے تھی وہ اُس جا مقیم
سدا سیر کرتی تھی بے خوف و بیم

میں نجم النسا اُس کی دُختِ وزیر
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مُشیر

جُدا ایک دن اُس سے ہوتی نہ تھی
سُلائے بغیر اُس کے سوتی نہ تھی

خوشی سے سروکار غم سے فراغ
برنگِ چمن رہتی تھی باغ باغ

کسی طرح کا غم نہ تھا واں میں
ترقی خوشی کی تھی ہر آن میں

ہوئی ایک دن یہ عجب واردات
کہ ایک شخص وارد ہوا آکے رات

کہاں تک کہوں اُس کا قصّہ ہے دور
نہ تھا آدمی تھا وہ ایک رشکِ حور

گیا اُس پہ اُس شاہزادی کا دِل
گئے ایک دونوں وہ آپس میں مِل

ولے عاشق اُس پر کوئی تھی پری
محبّت میں تھی اُس کی وہ بھی بھری

وہاں اُس کے آنے کی سُن کر خبر
خدا جانے پھینکا ہے اُس کو کدھر

دیا قید میں اُس کو ڈالا کہیں
کہ مدّت سے اُس کی خبر کچھ نہیں

سو میں کھوج میں اُس کے جوگن ہوئی
یہاں تک تو پہنچی بروگن ہوئی

پریزاد آپس میں تم ایک ہو
اگر تم ذرا کھوج اُس کا کرو

تو شاید مدد سے تمھاری ملے | تو پھر آرزو بھی ہماری ملے
دل آباد ہو جی کو آرام ہو | تمھارا بھی اِس کام میں کام ہو
کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا | انگوٹھا دکھایا کہ اِترا نہ جا
کہا پھر یہی کچھ نہیں مہ جبیں | لگی ہنسکے کہنے نہیں رے نہیں
یہ سُن قوم کو اپنی اُس نے بُلا | تقیّد سے سب کو سُنا کر کہا
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کرو مت کمی | کہ ہی ایک پرستاں میں قید آدمی
جو تم میں سے لا دیگا اُس کی خبر | جواہر کے دونگا لگا اُس کو پر
یہ سُن اپنے سردار کا سب کلام | تجسُّس میں پھرنے لگے صُبح و شام
ہوا ناگہاں ایک کا واں گذر | جہاں قید میں تھا وُہ خستہ جگر
وُہ روتا تھا جو نالہ و آہ سے | تو کچھ آئی اُس کو صدا چاہ سے
کہا کچھ تو ملتا ہی یہاں سے سُراغ | کہ آتی ہی یہاں بوے گُلزار باغ
وے چونکی کے جو دیو تھے جا بجا | لگا پوچھنے کس کی ہی یہ صدا
کہا ماہ رُخ کا ہی قیدی یہاں | کوے میں تڑپتا ہی ایک نوجواں
وُہ تحقیق کر اور لے واں کا بھید | اُڑا شہر کو اپنے دیو سُفید
کیا جا کے فیروز شہ کو سلام | جو کچھ دیکھ آیا سُنایا تمام
کہا میرا مُجرا ہی اب لائیے | جو دینے کہا تھا سو دلوائیے

جو معمول تھا واں کے انعام کا | جواہر کے اُس کو دئیے ہر اُٹھا

داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رُخ کو

یہہ پہنچا پھر اُس ماہ رُخ کو پیام | کہ کیوں زیست کرتی ہی اپنی حرام
بنی آدمی کو تو چوری سے لا | چھپاتی ہے گھر میں تعشق جتا
ترے باپ کو گر لکھوں تیرا حال | تو کیا حال تیرا ہو پھر ای چھنال
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو | ابھی ہی کہ پھونکدوں پرستاں کو
تیرا رنگ غیرت سے اُڑتا نہیں | تجھے کیا پریزاد جُڑتا نہیں
ہمارا گئی بھول خوف و خطر | لگی رکھنے انسان پر تو نظر
بھلا چاہتی ہی تو اُس کو نکال | کوئے میں جسے تونے رکھا ہی ڈال
اور اس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں | لیا نام اُس کا تو پھر تو نہیں
گیا ماہ رُخ کو یہہ فرمان جب | ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی | کہو اُس کو لیجاے یہاں سے کوئی
اگر اب میں لاگو ہوں اُس کی کبھی | تو پھر پھونک دیجو پرستاں سبھی
پر اتنا یہہ احسان مجھ پر کرو | کہ اس کا پرستاں میں چرچا نہو
مرے باپ کو یہہ نہو وے خبر | کہ پھر میں نہ ایدھر کی ہوں نے اُدھر
یہہ سُن کر جواب اُسکا فیروز شاہ | چلا چپ سے اپنے جہاں تھا وہ ماہ
سرِ چاہ پر جب وہ پہنچا شفیق | کہا اُن کو تھے وے جو اُس کے رفیق

کہ یہ سنگ اُکھڑے یہاں سے ہلے
کسی طرح جھانکی سے پتھر تلے

کھڑے تھے جو دو دیو واں جوں پہاڑ
اُنھوں نے دیا اپنے سینے کو گاڑ

وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگِ راہ
دیا پھینک واں سے اُسے مثلِ کاہ

وہ بادل سا اکڑ کا جو اُس چاہ سے
تو اک نور چمکا شبِ ماہ سے

اندھیرے سے اُس چاہ کے اُس کا تن
نظر یوں پڑا جیسے کالے کا من

وہ من ڈالے اُس میں پڑا تھا جو واں
کہا اُس پر پریزاد نے سب کو ہاں

نکالو امانت اسے اِس نمط
کہ لیتے ہیں پوشک سے جس نمط

تمھیں احتیاط اِس کی اب ہی ضرور
سمجھیو اسے اپنی پُتلی کا نور

## داستان کوئے سے نکلنے میں بے نظیر کے

قدح بھر کے لا ساقیِ باتمیز
کوئے سے نکلتا ہی یوسف عزیز

گئے دن خزاں کے اور آئی بہار
مے لعل گوں نے دکھا لالہ زار

گلابی جھمکتی دکھا دے مجھے
سماں کوئی ایسا دکھا دے مجھے

کہ وہ ماہِ نخشب کوئے سے نکل
منازل کو اپنی پھرے بر محل

کوئی دیو تھا واں سکندر نژاد
کوئے میں اُتر کر حسبِ مراد

الگ یوں لے آیا کوئے سے نکال
کہ فوارہ جوں آب کو دے اچھال

لے آیا وہ جوں خضر سوغات سے
نکال آبِ حیوان کو ظلمات سے

ہوئے مست اُس نار بو سے وہ گل ॥ کہ نکلا وہ سنبل سے مانندِ گل
اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیاں ॥ کہ حرفوں سے جوں ہووے معنی عیاں
وہ جیتا تو نکلا ولے اِس طرح ॥ کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح
زبس اوپر آ نکلا تھا اُس کو غم ॥ کبھی تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم
جمی خاک تن پر بہ رنگِ زمیں ॥ گرا جیسے نکلے ہی پتلا کہیں
نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں تواں ॥ کہ جوں خشک ہو نرگسِ بوستاں
وہ تن سرخ جو تھا سو پیلا ہوا ॥ وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
وہ سر میں جو تھے اُس کے سنبل سے بال ॥ ہوئے لاغری سے بدن کے وبال
فقط پوست باقی تھے یا اُستخواں ॥ نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیاں
بدن سے رگوں کی تھی اِس ڈھب نمود ॥ کہ اُلجھا ہو جوں ریسمانِ کبود
بدن خشک و زرد اِسطرح تھا وہ گل ॥ خزاں دیدہ ہو جس طرح برگِ گل
وہ ناخن جو تھے اُس کے مثلِ ہلال ॥ سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدرِ کمال
یہ دیکھا جو احوال اُس کا تباہ ॥ تو روتا ہوا جلد فیروز شاہ
بٹھا تخت پر اپنے اُس کو وہاں ॥ لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہاں
رکھا تخت ایک جا پر اُس کا چھپا ॥ کہا پھر یہ جا کر کہ نجمُ النسا
چل اب تو کہ میں اُس کو لایا یہاں ॥ یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہاں

…ی تھی ازبس وہ اُس ناؤ کی — نہ سیر کی رہی سُدھ نہ کچھ پانو کی
کہا چاند کہاں تو بتا تو مجھے — ذرا اُس کی صورت دکھا تو مجھے
کہا رہکے چاہیو ذرا تم رہو — کہ شادی بری ہی کہیں غم نہو
جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہہ ہی وہی — کہا ہاے ہاں یہہ وہی ہی ہاں وہی
یہہ کہہ اور لے ہاتھہ میں اُس کے ہاتھہ — لے آیا وہ جوگن کو واں ساتھہ ساتھہ
گیا آپ اُس تخت پر بیٹھہ اور — دکھایا اُسے اور کہا کر تو غور
یہہ کہہ اور اُس تخت کے پاس آ — کہا اے پریزاد تو اُٹھہ ذرا
کہ اِس تخت کے گرد اِیکدم پھروں — بلائیں میں دِل کھول کر اِس کی لوں
کہا اُس نے ہنسکر بھلا دیکھہ تو — تو اِس بات پر میرے صدقے بھی ہو
کہا اُس نے تب اپنی جوتی دکھا — ارے دیو تو کیوں دِوانہ ہوا
غرض وہ پریزاد نیچے اُتر — کھڑا ہو گیا تخت سے ہو اُدھر
یہہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی — بلا اُس کی لے لیکے گرنے لگی
…لگ کے رونے لگی زار زار — کیا اپنے تن من کو اُس پر نثار
وہ دیکھے جو تک آنکھہ اُٹھا بے نظیر — تو سمجھے اِلٰہی یہہ دُخت وزیر
کہا تو کہاں اور کس کا یہہ جوگ — کہاں یہہ لباس اور کہاں تم یہہ لوگ
کہا تیرے غم نے دِوانہ کیا — کہ عالم سے اپنے بیگانہ کیا

بغل کھول کر دونوں آپس میں مل — دیے رو دیا کیئے دیر تک متصل
بیاں دونوں اپنا جو کرنے لگے — دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگے
کہی سرگذشت اس نے اُس دم تلک — کہ اِس طرح پہنچی ہوں تم ہم تلک
یہہ سُن کے نظیر اپنی دل سوز سے — دلِ شاد ہونے اُسی روز سے
کیا ایک دن تو اُنھوں نے مقام — چلے دوسرے دن وے نزدیکِ شام
اُڑے تخت پر بیٹھہ کر وُہ اُدھر — کہ تھا نقشِ مطلوب اُن کا جدھر
وُہ جوگن وُہ فیروز شاہ اور وُہ ماہ — چلے تخت پر بیٹھہ اوپر کی راہ
پڑھے حرفِ مطلب زِبس سوچ کر — تو بے کسر بیٹھے مُثلث کے گھر
مُربع نشیں تھی وُہ بدرِ مُنیر — وہاں اُس کو لائی وُہ وقتِ وزیر
اُتارا وُنھیں لا درختوں میں تخت — دو بارا کھلے اُن درختوں کے بخت
اکیلی اُتر وہاں سے آئی اِدھر — لیئے سوگ بیٹھی تھی وُہ مہ جدھر
یکایک جو وُہ آ قدم پر گری — تو چونکی وُہ شہزادی اور کچھہ ڈری
پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہی یہہ — بھرے درد و غم کی بروگن ہی یہہ
کہا اے نجم النسا تو ہی جاں — اری تیرے صدقے مری مہرباں
ہمیں تیرے ملنے کی کب آس تھی — کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی
بہت اُس نے چاہا کہ رووے کھڑی — کھڑی ہونے ہوتے وونھیں گر پڑی

کہا [illegible] غم سے افاقت نہیں ۔ اری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں
بلائیں لگی لینے نجم النسا ۔ لگی گرد پھرنے برنگِ صبا
اُسے شاہزادے کا تھا حال یاد ۔ جو دیکھا تو یہاں اُسے کچھ ہی زیاد
نہ گھر کی وہ رونق نہ اُس کا وہ حال ۔ گلوں سے لگا دل تلک پائمال
پڑے سارے بیداشت دیوار و در ۔ محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
خواصیں جو تھیں پاس وے نازنیں ۔ سو میلی کچیلی کہیں کی کہیں
نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی دُرست ۔ جو چالاک تھی بن گئی وہ بھی سُست
ہر ایک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ ۔ ہُوا رنگ چہرے کا مثلِ پتنگ
نہ آپس کی چہلیں نہ وہ چہچہے ۔ نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے
غم آلودہ ہر ایک زار و نزار ۔ نہ آرام جی کو نہ دِل کو قرار
جو بیٹھیں تو رونا جو اُٹھیں تو غم ۔ غرض بیٹھتے اُٹھتے اُن پر ستم
چمن سارے ویران سے ہیں پڑے ۔ شجر گل کے ایک جھاڑ سے ہیں کھڑے
[illegible]ود ہی تو حیران و بیمار سی ۔ کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی
نہ تاب و تواں اور نہ ہوش و حواس ۔ ضعیف و نحیف و پریشاں اُداس
یہ دیکھ اُس کا احوال نجم النسا ۔ جلی شمع کی طرح آنسو بہا
ولیکن محل میں پڑی جب یہ دھوم ۔ کیا مثلِ پروانہ اُس پر ہجوم

سنی ایک سے ایک نے یہہ خبر ॥ مبارک سلامت ہوئی یک دگر
کوئی غنچے کی طرح کھلنے لگی ॥ کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی
تکے کوئی صدقے کے لانے لگے ॥ کوئی سر سے روتی چھوانے لگی
کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی ॥ اُدھر سے کوئی اور اِدھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی ॥ لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی
ہوا سر پر اُس کے زبس ازدحام ॥ لگی کرنے کھبرا کے سب کو سلام
کہا بی بیو کل کہونگی میں حال ॥ کہ اب راہ کی ماندگی ہی کمال
وہ انبوہ جب کچھہ ہوا بر طرف ॥ تو پھر دیکھہ نجم النسا ہر طرف
کہا شاہزادی تو آتی نہیں ॥ اِدھر اپنی تشریف لاتی نہیں
چلو چلکے آرام ٹک کیجیے ॥ کچھہ ایک تمسے کہنا ہے سن لیجیے
گئی جب کہ خلوت میں بدر منیر ॥ کہا میں لے آئی ترا بے نظیر
تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہی یہہ ॥ دیا چھیڑنے کو مرے کچھہ ہی یہہ
کہا مجھکو سوگند اِس جان کی ॥ غلط کہنے والی میں قربان کی
نشاط و خوشی کی خبر یک بیک ॥ نہیں منہہ پہ کہہ سکتے بیدھرک
کہا کیونکہ لائی کہا اِس طرح ॥ وہ سب کہہ دیا حال تھا جس طرح
کہا پھر وے دونوں کہاں ہیں کہا ॥ درختوں میں اُن کو رکھا ہی چھپا
ترا قیدی جاکر چھڑا لائی ہوں ॥ پر ایک اور بندھوا اُڑا لائی ہوں

عجب وقت میں میں ہوئی تھی جدا ۔ کہ دلبر کو تیرے دلایا بلا
مگر ایک یہہ آپڑی بے بسی ۔ کہ میں تیری خاطر بلا میں پھنسی
سو اب ایک کو تو لے آتی ہوں میں ۔ ہوا دوسرے کو بتاتی ہوں میں
یہہ سن شاہزادی ہنسی کھل کھلا ۔ کہا کہوں اُڑاتی ہی نجم النسا
اری ایک ہی تو بڑی قہر ہی ۔ کہیں تو ہی اِمرت کہیں زہر ہی
چل اب چوچلے بس زیادہ نکر ۔ شتابی اُنھیں جاکے لے آ ادھر
کہا پھر پریزاد کے روبرو ۔ بغیر از کسی کے کہے ہوگئی تو
کہا وہ تو ایسا دِوانا نہیں ۔ وہ اِس بات کو کیا کہیگا نہیں
اگر دل میں کچھہ تیرے وسواس ہی ۔ نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہی
ذرا پوچھہ لیجو تو اِس بات کو ۔ کہ وہ روبرو اُس کے ہو یا نہو
یہہ سُنکر شتابی گئی وہ نگار ۔ لیا جاکے آہستہ اُن کو پکار
چھپائے ہوئے لا بٹھایا وہاں ۔ وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکاں
اُس سے یہہ پوچھا کہ ای بے نظیر ۔ کہے تو چلی آوے بدرِ منیر
کہا خیر ہی تجھہ کو رشکِ چمن ۔ چھپی ہی کہیں بھائی سے بھی بہن
مرا جان و مال اُس پہ قربان ہی ۔ کہ اُس کے سبب سے مری جان ہی
مرا یہہ تو ہمدم ہی دن رات کا ۔ مجھے اس سے پروا ہی کس بات کا

داستان بے نظیر و بدرِ منیر کے ملنے اور اُسکے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

مرے منہہ سے ساقی پلا دے شتاب — کہ ناچے ہیں باہم مہ و آفتاب
یہہ سن سنکے باتیں وہ پردہ نشیں — چلی آئی ایک ناز سے نازنیں
حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ پاس — پھر آئے گویا اُس کے ہوش و حواس
نظر سے نظر جو ملی ایکبار — کئے چشم کے لعل و گوہر نثار
اُدھر اشکِ خونیں اِدھر چشم نم — اُسے اِس کا غم اور اِسے اُس کا غم
نہ وہ رنگ اُس کا نہ وہ اُس کا حال — تن زرد زرد اور رخ لال لال
بہم دو خیزاں دیدہ گلذار سے — ملے جیسے بیمار بیمار سے
عجب صحبت آپس میں اُس دم ہوئی — کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی
وہ نجم النسا اور فیروز شاہ — حیا سے کئے اپنی نیچے نگاہ
سرشکِ محبت بہانے لگے — اِس احوال پر حیف کھانے لگے
اور ایک طرف کو شاہزادہ نڈھال — لگا رونے وہ منہہ پہ دھر کر رومال
وہ مجروح دل تھی جو بدرِ منیر — لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
چھپا منہہ کو اُس طرف سے نازنیں — لگی کرنے تر دامن و آستیں
پڑی غم کی باتیں جو آ درمیاں — یہہ روئے کہ لگ لگ گئیں ہچکیاں
غرض دیر تک ملکے روتے رہے — جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے

رخ زرد پر اشک گلگوں بہا — بہار و خزاں کو کیا ایک جا
کلیجوں پہ جو داغ تھے بے شمار — سو آنکھوں نے اُن کی دکھائی بہار
پھر آخر کو نجم النسا وہ شریر — لگی کہنے سنتی ہی بدر منیر
کیا چاہتی ہی تو اب قہر کیا — زیادہ نہ بس اپنی اُلفت جتا
مگر تیری خاطر یہہ رویا ہی کم — کہ تو اور رو رو کے دیتی ہی غم
ذرا تن میں آنے دے اس کے تواں — ابھی اس کو رونے کی طاقت کہاں
یہہ مژدہ سنا لائی ہوں میں اس لئے — کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیئے
وہاں میں نے اس کی نہیں کی دوا — کہ ہی خانۂ یار دار الشفا
لے آئی ہی اس کو محبت کی دھن — جیا ہی فقط تیرے ملنے کی سن
ے وصال کی اپنے دارو پلا — کسی طرح اس نیم جاں کو جلا
بس اب کچھہ خوشی کی کرو گفتگو — خدا پھر نہ تم کو رلا وے کبھو
نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے — رہیں دو جنے منہہ پھلائے ہوئے
یہہ سن ہنس پڑے تب وے آپس میں مل — پریں جس طرح پھول گلشن میں کھل
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط — اُچھلنے لگے دل سے عیش و نشاط
شب آدھی گئی تب تو خاصہ منگا — تکلف سے ہر ایک کے آگے دھرا
وہیں خوان نعمت کے آپس میں مل — کیے نوش حسب تمنائے دل

پھر آخر کو وہ دو جدا ہو گئے
الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے

اٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال
ہوئے اس مزے میں وہ خواب و خیال

الگ ہو کے لیٹے وے دو ماہ رو
ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو

وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال
لگے رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

کہا شاہزادے نے احوال سب
کوئے میں جو گذرا تھا رنج و تعب

کہ یوں میں اندھیرے میں رویا کیا
کوئے میں تن اپنا ڈبویا کیا

نہ پہنچا کوئی میرا فریاد رس
تڑپتا رہا دل بہ رنابِ جرس

وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا

محبت نے یہ چاشنی زور دی
کہ تن کی تئیں جیتے جی گور دی

زمیں سے نکلنے کی کب آس تھی
فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی

عجب طرح سے زیست کرتا رہا
تری جان سے دور مرتا رہا

خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے
اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے

دیا شاہزادی نے رو رو جواب
کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب

ترے داغ کی دل میں جو بو گئی
میں اک رات روتی ہوئی سو گئی

تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے ایک
اور اس دشت ہو میں کنواں سا ہے ایک

صدا واں سے آتی ہے بدر منیر
ادھر آ کہ یہاں قید ہے بے نظیر

میں ہر چند چاہا کروں تجھ سے بات
ولے کی گئی واں نہ کچھ مجھ سے بات

مری جان کو اُس طرف ڈھال گئی ‏ — ‏ اُسی دم میری آنکھ پھر کھل گئی
عجب اُس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق ‏ — ‏ کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
اُسی دن سے یہہ حال پہنچا مرا ‏ — ‏ کہ مرتی رہی نام لے لے ترا
نہ دیتا تھا کو کوئی تیری خبر ‏ — ‏ ولے تھا ترے غم سے دلکو اثر
گذرتا تھا وہاں تجھ پہ جو صبح و شام ‏ — ‏ وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام
نہ کہتی تھی میں گرچہ دردِ نہاں ‏ — ‏ شب و روز جلتی تھی میں شمع ساں
عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں ‏ — ‏ کہ اُس زیست کرنے سے مرتی تھی میں
اُسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار ‏ — ‏ کہ کہونکر ملاویگا پروردگار
مری شکل پر رو گئے نجم النسا ‏ — ‏ گئی اسطرح حال اپنا بنا
پھر آگے تو معلوم ہی تم کو سب ‏ — ‏ کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب
یہہ آپس میں کہہ حالِ دل رووا تھے ‏ — ‏ وہ کہنے کو سوئے تھے بس سو اُٹھے
جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایکجا ‏ — ‏ اُنھیں نیند باتوں میں آتی ہی کہا
پریزاد نجم النسا وہاں جدے ‏ — ‏ الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے
گئی رات حرف و حکایات میں ‏ — ‏ سحر ہو گئی بات کی بات میں
لیا ماہ نے اپنے مُنھہ پر نقاب ‏ — ‏ اُٹھا بسترِ خواب سے آفتاب
صبوحی کو اُٹھتا ہی جیسے مدام ‏ — ‏ شرابِ شفق سے بھرے اپنا جام

اینے روز کو ساتھ آنے لگا | وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا
ہوئی چشم واجب و مژگاں دراز | سفید و سیہ میں ہوا امتیاز
گیا عقدۂ صبح اس دم جو کھل | نکل آئے ادھر اُدھر سے وہ گل
اٹھے جب کہ آپس میں گلفام دو | گئے باری باری سے حمام دو
دوبارہ کیا اس نے اپنا سنگار | چمن میں نئے سر سے آئی بہار
وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا | جمی گرد اپنے بدن سے چھڑا
نہا دھو کے نکلی عجب آن سے | کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے
نہانے سے نکلا عجب اس کا روپ | نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ
دلے آگ اس نے لگائی یہ اور | کہ پوشاک کی طرح لالے کے طور
جلانے کو عاشق کے دکھلا پھبن | لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن
تمامی کی سنجاف اس کو لگا | طلا کی طرح سے دیا جگمگا
اسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس | تصور میں ہو سرخ جس کے قیاس
بھبھوکا سا تن اور وہ منہ کی دمک | کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک
نکلیاں وہ اٹھی ہوئیں چھاتیاں | پھرے اپنے جوبن میں اتراتیاں
گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک | ترافے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
وہ کنچن سی اس میں کچیں لال لال | بھرے رنگ کے قمقمے کی مثال

ملاہٹ وہ بھتّی کی اُس سے نمود — کہ جوں سرخ چہرے پہ خالِ کبود
کبھی تو لیے اپنے منہ پر نقاب — شفق میں چھپے جوں مہ و آفتاب
بنت گیر دکھلوں کرنہ اُس کے پھرے — کہ واں گو کھیرو لہر کھا کر مُرے
وہ پاجامۂ سبز کمخواب اور — دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور
جواہر سجا اپنے موقع سے کُل — ترشّح میں ہو جیسے نمدیدہ گُل
وہ کنگھی کبھی اور وہ ابرو کبھی — ہر ایک آئینہ میں اپنی ہر سو کبھی
کھجوری وہ چوٹی زری کا مُباف — کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صاف
عُروسانہ اُس نے کیا جو لباس — تو آنے لگی خون کی اُس میں باس
بنی بن کے وہ اس رنگ وہ رشکِ حور — چلی آئی فیروز شہ کے حضور
پریزاد تو قتل ہی ہو گیا — کہا تو کوئی جان سے کھو گیا
حیا سے نہ کی بات نے کچھ کہا — ولے جی سے قربان اُس پر رہا
وہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگے — بہم رازِ دل اپنے کہنے لگے
خوشی سے ہوئے بسکہ سرسبز دل — لگے سبزیاں پہنے آپس میں مل
ضیافت بہم ملکے کھانے لگے — وہ غم کھانے اُن کے ٹھکانے لگے
چھپے عیش و عشرت وہ کرتے رہے — پہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے
اگرچہ ہر ایک وصل سے شاد تھا — ولے ہجر کا غم اُنھیں یاد تھا

پھر ٹھہرا کے نکلے وے دو ماہ رو　　کہ اِس بات کو کیجیئے ایک سو
غضب ہی جو یوں ہیں دو بارار ہیں　　چھپے کب تلک آشکارا رہیں
سبھی ہی یہ تکلیف آرام کو　　ہے ناکامیاں ورنہ کِس کام کو
نصیب اِس طرح سے جو یاری کریں　　عیاں کیوں نہ ہم خواستگاری کریں
ہر ایک مجھ سے واقف ہیں بُرنا و پیر　　کہ ہی نام میرا شہِ بے نظیر
جب آپس میں یہ مشورے ہو گئے　　اِدھر اور اُدھر ملکے وے دو گئے
وہ نجم النسا اور وہ بدرِ منیر　　کچھ ایک کر بہانہ وے دونوں شریر
رہے گھر میں پھر جا کے ما باپ کے　　کہ دیکھینگے ہم اب قدم آپ کے
نکل بے نظیر اور فیروز شاہ　　کبھی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ
کہ اسباب سب سلطنت کا درست　　پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و چست
وہاں کا جو تھا شاہ انجم سپاہ　　جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ
کیا نامہ یوں ایک اُس کو رقم　　کہ ای شاہِ شاہاں وای فخر جم
فریدوں مثال و سکندر نژاد　　مرادِ جہان و جہاں را مراد
جہانِ شجاعت زمانِ کرم　　دلِ رستمِ گرد حاتم ہمم
میں وارد ہوا ایک مکان سے غریب　　لے آئے ہیں مجھ کو میرے یہاں نصیب
نوازش سے اپنی کرم کیجیئے　　غلامی میں اپنی مجھے لیجیئے

ہمیشہ سے ہی راہ و رسمِ شہاں ‎ ‎ کہ وابستہ یوں ہی ہے کارِ جہاں

جہاں پر ہے روشن کہ میں ناہ ہوں ‎ ‎ ملک زادہ ابنِ ملکِ شاہ ہوں

بیاں سب کیا ماضی و حال کا ‎ ‎ تجمّل لکھا فوج و اموال کا

جتاکر بہت عجز اور انکسار ‎ ‎ لکھا یہہ بھی ایک صرف آخر کی بار

کہ جو ہووے برعکس شرعِ شریف ‎ ‎ وہی اپنے مذہب میں اپنا حریف

اگر مانیے خیر تو مانیے ‎ ‎ نہیں اب تو آیا ہمیں جانیے

گویا یہہ جو مسعود شہ کو پیام ‎ ‎ سُنا اور پڑھا خط کا مضموں تمام

سمجھ اُس کا مضمون مسعود شاہ ‎ ‎ کہ اتنی ہی فوج اور یہہ کچھ ہی سپاہ

اگر جنگ ہو تو بری جنگ ہو ‎ ‎ پھر اس میں خدا جانے کیا رنگ ہو

اور آخر بھی ہی زمانے کی چال ‎ ‎ کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

لکھا نامہ اُس کو وہیں در جواب ‎ ‎ کہ عاقل کو نکتہ لگے ہی کتاب

لکھا بعدِ حمد و ثنائے خدا ‎ ‎ پس از نعتِ احمد شہِ انبیا

کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا ‎ ‎ وہ رازِ نہاں اپنے ہاتھوں لکا

شریعت کے عالم میں مجبور ہیں ‎ ‎ نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں

اگر ہم کبھی اپنے دعوے پر آئیں ‎ ‎ تمہارے ملک کو بخاطر نہ لائیں

ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طور ‎ ‎ نہیں نیک و بد پر تمہیں اپنے غور

کسی پاس دولت یہہ رہتی نہیں ‌ ‌ ‌ سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں
ولے کیا کریں رسمِ دُنیا ہی یہہ ‌ ‌ ‌ وگرنہ گہمنڈ آپ کا کیا ہی یہہ
زبس ہم کو ہی پاس شرع رسول ‌ ‌ ‌ سو اِس واسطے کرتے ہیں ہم قبول
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ‌ ‌ ‌ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
ایک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے ‌ ‌ ‌ دیا حُکم ہم نے تمہیں آئیے
گیا ایلچی لیکے نامہ اُدھر ‌ ‌ ‌ اُڑی ہرطرف یہہ خوشی کی خبر
سُنی یہہ جو نامے کی گفت و شنید ‌ ‌ ‌ ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید
کشادہ ہوئے دِل جو تھے غم سے تنگ ‌ ‌ ‌ اُسی دن سے ہونے لگے راگ و رنگ
ہوئیں برطرف سب دِل آزاریاں ‌ ‌ ‌ لگیں ہونے شادی کی تیاریاں
بُلا شگنیوں کو بتا سال و سن ‌ ‌ ‌ مُقرر کیا نیک ساعت کا دن

## داستان بے نظیر اور بدرِ مُنیر
## کے بیاہ اور اسکے تجمُّل میں

کدھر ہی تو ای ساقیِ گُل بدن ‌ ‌ ‌ دھری آج اُس شمع رو کی لگن
بُلا مُطربانِ خوش آواز کو ‌ ‌ ‌ کہ آویں لئے اپنے سب ساز کو
وُہ اسباب شادی کا تیار ہو ‌ ‌ ‌ مُکرر نہ پھر جسکی تکرار ہو
بڑی خواہشوں سے جب آیا وُہ روز ‌ ‌ ‌ چڑھا بیاہنے وُہ مہِ شب فروز

محل سے نکل جب ہوا وہ سوار | بجے شادیانے بہم ایکبار
کروں اُس تجمل کا کیونکر بیاں | کہ باہر ہی تقریر سے وہ سماں
وہ دولہہ کے اُٹھتے ہی ایک غل پڑا | لگا دیکھنے اُٹھکے چھوٹا بڑا
کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا | کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
لگا کہنے کوئی ادھر آئیو | ارے رتھ شتابی مری لائیو
کسی نے کسی کو پکارا کہیں | نہ لانے پہ مہانے کے مارا کہیں
کوئی پالکی میں چلا ہو سوار | پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار
غرض کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں | کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں
سپر اور قبضے کھڑکنے لگے | سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے
تکورے وہ نوبت کے اور اُن کے بعد | گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
وہ شہنائیوں کی سہانی دُھنیں | جسے گوش زہرہ مُفصّل سُنیں
ہزاروں تماشی کے تخت رواں | اور اہلِ نشاط اُن پہ جلوہ کناں
وہ طبلو نکا بجنا اور اُن کی صدا | وہ گانا کہ اچھا بنا لاڈلا
وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار | وہ موتی کا سہرا جواہر کا ہار
ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھال | ہُماکے وے دونوں طرف مور چھل
وہ فانوسیں آگے زمرد نگار | کہ ہو سبز مینا جنھوں پر نثار

دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے — پتنگے خوشی سے غزل خواں ہوئے
ہوا دل جو روشن چراغان سے — پڑھے شعر نوری کے دیوان سے
چراغوں کے تیر پو لیئے جا بجا — اور ان میں وہ بازاریوں کی صدا
کوئی پان بیچے کھلونے کوئی — کوئی دال موٹھ اور سماونے کوئی
تماشائیوں کا جدا ایک ہجوم — پتنگے گریں جوں چراغاں پہ جھوم
کڑکنا وہ نوبت کا باجوں کے ساتھ — گرجنا وہ باجوں کا ڈنکوں کے ساتھ
براتی اِدھر اور اُدھر جوق جوق — وہ آواز سرنا اور آواز بوق
وہ کالے پیادے اور اُن کی نفیر — کہ تا چرخ پہنچے صدا دل کو چیر
وہ آرائش اور گُل کئی رنگ کے — وہ ہاتھی کہ دو دیو تھے جنگ کے
وہ ابرک کے گنبد وہ مینے کے جھاڑ — کہے تو کہ ٹیلے کے اوجھل پہاڑ
دو رستہ برابر برابر وہ تخت — کسی پر کنول اور کسی پر درخت
وہ رنگیں کنول اور وہ شمع و چراغ — کھلے جس طرح لالہ نور باغ
جہاں تک نظر آوے اُن کی قطار — طلسمات کی سی ہوا پر بہار
اناروں کا دغنا چھچھوندے کا زور — ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار — کہ ہر رنگ کی جس سے دونی بہار
دھواں چھپ گیا نور میں نور ہو — سیاہی اُڑی شب کی کافور ہو

سراسر وہ مشعل کے ہر طرف جھاڑ ۔ کہ جوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ
زری پوش سرسبز سب یکدگر ۔ پھریں برق کی طرح ایدھر اودھر
کبھی تو کہ نزدیک اور دور سے ۔ زمین و زماں بھر گیا نور سے
جب آئی وہ دُلہن کے گھر پر برات ۔ کہوں واں کے عالم کی کیا تجھ سے بات
ہوا واں کی صحبت کی رشک بہشت ۔ دھرے لخلخے گرد عنبر سرشت
کھڑے بادلوں کے وہ خیمے بلند ۔ کریں عالم نور جس کو پسند
عجب مسند ایک جگمگی اور فرش ۔ تمامی کے عالم کا چوکور فرش
[illegible] دھرے شمعدان بے شمار ۔ چڑھیں موم کی بتیاں چار چار
نئے رنگ کے اور نئے طور کے ۔ دھرے ہر طرف جھاڑ بلّور کے
تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس ۔ ملے ایک سے ایک سب پیش و پس
دو زانو زری پوش بیٹھے تمام ۔ شراب خوشی کے کیئے نوش جام
وہ دولھا کا مسند پہ جا بیٹھنا ۔ برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا
طوائف کا اُٹھنا ایک انداز سے ۔ دکھائی وہ آ صورتیں ناز سے
کروں راگ اور ناچ کا کیا بیاں ۔ قدیمی کسی وقت کا سا سماں
وہ ارباب عشرت کا آپس میں مل ۔ جمانا کھڑے راگ کا دیکھ دل
وہ ایمن کی لہریں اِدھر اور اُدھر ۔ لے سُر طنبوروں کے بایکدگر

اور اُس صف سے ایک چھوکری کا نکل
جتانا ہُنر اپنا پہلے پہل

اُلٹا دو پٹے کا دے دیکے تال
وہ بوٹا سا قد اور وہ گھنگرو کی چال

کبھی پر ہو میں دکھانی ادا
کہ جوں لوٹ کر ہوئے بجلی ہوا

کبھی گت سُری ناچنا ذوق سے
کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے

اِدھر کبھی تو یہہ گت اور اُس کا بھاؤ
اُدھر اوقت میں نایکے کا بناؤ

کھڑی ہو کے دو گھونٹھ حقّے کے لے
چبا پان اور رنگ ہونٹھوں پہ دے

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
وہ صورت کو دیکھ اپنی گلنار سی

اُلٹ آستین اور مُہریکے چاک
نئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک

بنا کنگھی اور کر کے ابرو دُرست
جھٹک دامن اور ہو کے چالاک و چست

دو پٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھال
یکایک وہ صف چیر آنا نکل

پکڑ کان اور گھنگروؤں کو اُٹھا
پہن پانوں میں اور سر سے چھوا

اِدھر اور اُدھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ
چلے ناچتے آنا سنگت کے ساتھ

فتح چند کے ہاتھ کی مورت ایک
لجائی ہوئی چاند سی صورت ایک

کبھی ناچنا اور گانا کبھی
رجھانا کبھی اور بتانا کبھی

خوش آوازیاں اور گانا خیال
دکھانا ہر ایکدم میں اپنا کمال

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ
وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ

وہ پھولوں کے گہنے کناری کے ہار ۔ وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار
وہ ہیروں کے چتے پڑے ہر طرف ۔ غم دل جسے دیکھ ہو بر طرف
ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ ۔ محل میں ادھر گھوڑیاں اور سہاگ
وہ گھر میں سنی شادی مبارک کے ڈھول ۔ وہ ٹونے سلونے وہ میٹھی سی بول
اترنے کی واں سمدھنوں کی پھبن ۔ کھلیں پھول جیسے چمن در چمن
گالوں میں پہنانا وہ ہنس ہنس کے ہار ۔ تماشے وہ پھولوں کی چھڑیوں کی مار
دکھانا وہ بن بنکے اپنا بناؤ ۔ وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کی چاؤ
تھا ہنسی ہنسی شور و غل تالیاں ۔ سہانی سہانی نئی گالیاں
غرض کیا کہوں تاب مجھ میں نہیں ۔ ندیکھیگا عالم کوئی یہ کہیں

## داستاں بے نظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور ما باپ سے ملاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں

چھکا ہوں نشے میں بہت ساقیا ۔ مجھے بدلے اب می کے شربت پلا
کبھی پھر نہ ایسا ہو جو یار ہوں ۔ کہ پھر میں گلے کا ترے ہار ہوں
ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان ۔ پلا سب کو شربت دیے پاندان
اٹھا پھر تو نوشہ وہ بعد از نکاح ۔ محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح
چلا یوں وہ دولہا دلہن کی طرف ۔ پھرے جیسے بلبل چمن کی طرف
وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں ۔ ہوئے تو تکے لاکھ بھر شگون

ہوا لیکن اُس وقت دو گُنا مزا — کہ دولھا دُلھن جب ہوئے ایکجا
عُروسی وُہ گہنا وُہ سُوہا لباس — وُہ مہندی سُہانی وُہ پھولوں کی باس
بَلا سُرخ جوڑے پہ عِطرِ سُہاگ — کُھلے مِلکے آپس میں دونوں کے بھاگ
دِکھا مُصحف اوٗر آرسی کو نِکال — دھرا بیچ میں سر پہ آنچل کو ڈال
نہ تھا وصل اِس طرح کا دھیان میں — خُدا نے کیا آن کی آن میں
عجب قُدرتِ حق نُمایاں ہوئی — جسے آرسی دیکھ حیراں ہوئی
وُہ جاوِنکا ہونا وُہ شادی کی دھوم — وُہ آپس میں دولھا دُلھن کی رسوم
کِسی نے پسائی سرونج آن کر — کوئی گالی ہی دے گئی جان کر
گئی کوئی واں گال سے کُچھ لگا — گئی کوئی دُلہن کی جوتی چھوا
وُہ شیریں جو بیٹھی تھی شیریں بنی — نبات اُس کی چٹنی بنے کو بنی
چُنائی نبات اُس کو اِس گھات سے — کہ ڈھکا دیا ہر گھڑی بات سے
زِبس دِل تو تھا اُس کا ہر جا پہ بند — سبھی جاہے اُس نے چُنی کر پسند
اُٹھائی ڈلی اُس کی آنکھوں سے یوں — کریں نوش بادامِ شیریں کو جوں
ڈلی وُہ جو ہونٹھوں کی تھی لب بلی — وُہ مِصری کے مُنھ سے اُٹھالی ڈلی
کمر سے اُٹھائی ڈلی اِس طرح — کہاں ہوں نہیں کی نہیں جس طرح
ذرا پانو پر کی اُٹھانے ادا — نہیں اور ہاں کا عجب غُل پڑا

یہہ ظاہر کی تکرار تھی بار بار ۔ وگرنہ دل اُس پانوں پر تھا نثار

عجب طرح کی رنگ رلیاں ہوئین ۔ کہ باتیں وُہ مصری کی ڈلیاں ہوئین

وُہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم ۔ سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم

سحر کا وُہ ہونا وہ تونے کا وقت ۔ وُہ دُلہن کی رُخصت وُہ رونے کا وقت

کھڑے سب کا لاچار مُنہہ دیکھنا ۔ کہ یارب یہہ کیا ہی جہاں پیکھنا

وُہ دُلہن کا رو رو کے ہونا جُدا ۔ وُہ ماباپ کا اور رونا جُدا

نکلتے وُہ جانا محال سے جہیز ۔ کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز

یہاں موت ہی اہلِ عرفان کو ۔ کہ جانا ہی ایکدن وہیں جان کو

وے جو درد مندی سے ہیں آشنا ۔ وے شادیکا لیتے ہیں غم سے مزا

وُہ دولہہ کا دُلہن کو گودی اُٹھا ۔ بٹھانا محافے میں آخر کو لا

چلے لیکے چونڈول جس دم کہار ۔ کیا دو طرف سے زر اُسپر نثار

کھڑے تھے جو واں چشم کو تر کیئے ۔ سو موتی اُنھوں نے نچھاور کیئے

اِدھر اور اُدھر اپنے سہرے کو چیر ۔ وُہ ایک چاند سا مُنہہ دکھا بے نظیر

سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب ۔ کہ جوں صبح ہووے بلند آفتاب

دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان ۔ لیئے ساتھہ ساتھہ اپنے نوبت نشان

وُہ پیچھے تو چونڈول میں رشکِ ماہ ۔ اور آگے وُہ خورشیدِ عالم پناہ

پھرا گھر کو اپنے قدم با قدم ‏ سواری لگا گھر میں اُترا صنم

غرض اِس طرح جب وُہ دُلہن بیاہ ‏ لے آیا جہاں اُس کی تھی عیش گاہ

ہوئی وُہ جو ہونی تھی رسم و رُسوم ‏ کہ ظاہر میں تھی یہہ بھی درکار دھوم

اُٹھایا اُسی دھوم میں لگتے ہاتھ ‏ پریزاد کا بیاہ پھرتی کے ساتھ

وُہ نجم النسا تھی جو دُختِ وزیر ‏ گیا اُس کے والد کنے بے نظیر

کہا باپ کو اُس کے ای خیر خواہ ‏ مرا بھائی ہی ایک فیروز شاہ

سو میں تجھ سے رکھتا ہوں ایک اِلتجا ‏ کہ تو اُس کو فرزندی میں اپنی لا

غرض ہر طرح کر رضامند اُسے ‏ کیا جال میں اپنے پابند اُسے

پریزاد تھا وُہ جو فیروز شاہ ‏ دیا اُس کو نجم النسا سے بیاہ

اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے ‏ اُسی شان سے اور اُسی اوج سے

وہاں سب تجمّل وہی سب رُسوم ‏ ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں اُس کے دھوم

دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں ‏ برابر رکھی جہاں دِن رات میں

اُسی طرح اُس کو بیاہا غرض ‏ جو کچھ قول تھا سو نبھایا غرض

خدا راست لایا انھوں کے جو کام ‏ بر آئے دِلوں کے مطالب تمام

ہوئیں متّصل یہہ جو دو شادیاں ‏ بسیں ایکجا چار آبادیاں

پھرے دِن تو اپنے وطن کو پھرے ‏ وُہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے

خوشی سے لیئے حُرمت وجاں و مال | چلے شہر کو اپنے وے حال حال
وُہ نجم النسا اور وُہ فیروز شاہ | فلک پر سے ہوں مثالِ خورشید وماہ
رضا اُن سے لیکر اُسی آن میں | گئے شاد و خُرّم پرستان میں
یہہ اقرار چاہتے ہوئے کر گئے | کہ کو تم اُدھر اور ہم ایدھر گئے
تم اِس غم سے مت ہوجیو سینہ ریش | کہ ہم تم سے ملتے رہینگے ہمیش
تسلی وے دے کے اُدھر کو چلے | یہہ ایدھر لیئے اپنا لشکر چلے

داستان بے نظیر کی بدرِ منیر کو اپنے وطن لیجانے اور
ماباپ سے مُلاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں

پلا ساقیا آخری ایک جام | کہ ہوتی ہے بس یہہ کہانی تمام
وے نزدیک پہنچے جب اُس شہر کے | کیا پاس خیمہ ایک شہر کے
کیا جب کہ خلقت نے تفتیشِ حال | اور آنکھوں سے دیکھا وُہ بدرِ کمال
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہہ غُل | کہ غائب ہوا تھا سو آیا وُہ گُل
خبر یہہ ہوئی جب کہ ماباپ کو | کیا گم اُنھوں نے وونہیں آپ کو
زبس دل تو تھا یاس ہی سے بھرا | یہہ سُن ہاتھہ اور پاوں گئے تھرتھرا
لگے رونے آپس میں زار و نزار | کہا اے ہمکو نہیں اعتبار
ملا دینگے ہم سے ہمارا حبیب | یہہ دُشمن نہیں اپنے ایسے نصیب
یہہ ہوگا کوئی دُشمنِ مُلک و مال | سو میں آپ ہی ہوں گرفتارِ حال

کوئی اُس کا وارث تو آخر نہیں ۔ وہیں لیکے جاوے یہہ جھگڑا کہیں
کہا سب نے صاحب چلو تو سہی ۔ یہہ بیٹا تمھارا وہی ہی وہی
مکرر سُنا جب کہ بیٹے کا ناؤں ۔ چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پاؤں
وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اِدھر ۔ پڑی باپ پر جو یکایک نظر
جو ہیں اپنے کعبے کو دیکھا رواں ۔ چلا سر کے دواں بے نظیرِ جہاں
گرا پاؤں پر کہکے یہہ باپ کے ۔ خُدا نے دکھائے قدم آپ کے
سُنی یہہ صدا جونہیں اُس ماہ کی ۔ تو اُس غم رسیدہ نے ایک آہ کی
اُٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا ۔ لپٹ کے گھڑی دو گھڑی خوب سا
یہہ رویا یہہ رویا کہ غش کر چلا ۔ کہے تو کہ آنسو کا لشکر چلا
ملے پھر تو آپس میں وے خوب سے ۔ کہ یوسف ملا جیسے یعقوب سے
وہ گل گل شگفتہ ہوا گل کی طرح ۔ یہہ گل کی طرح اور بلبل کی طرح
ہوئے شاد و خُرم صغیر و کبیر ۔ لیے لیکے نذریں امیر و وزیر
ہی عیش سے سب کو مستی ہوئی ۔ نئے سر سے آباد بستی ہوئی
پڑی دھوم سے اور بڑی آن سے ۔ بجاتے ہوئے نوبتیں شان سے
وہ بھولا جو تھا ہجر کے داغ میں ۔ ہوئے جاکے داخل اُسی باغ میں
زنانی سواری اُتروا کے ساتھ ۔ پکڑ اُس گلِ نو شگفتہ کا ہاتھ

در آمد ہوا گھر میں سرو رواں — لئے ساتھ اپنے وہ اچھے وہاں
کہ اتنے میں آگے نظر جو پڑی — تو دیکھا کہ ماں راہ میں ہے کھڑی
بہی چشم سے آنسوؤں کی قطار — گرا ماں کے پاؤں پہ بے اختیار
وہ ماں خوب بیٹے کے لگ کر گلے — یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا — وے دونوں کے دو ہاتھ باہم ملا
ہوئی جان اور جی سے اُن پر نثار — پیا پانی اُن دونوں پر وار
جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ — چھٹے وصال سے ہجر کے وے چراغ
سب آپس میں رہنے لگے مل ملا — پھر آئے چمن میں وہ نِت گل کھلا
وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں — زمینیں جو تھیں خشک گلشن ہوئیں
زبس باپ ماں کو تھی سہرے کی چاہ — دوبارہ انھوں نے کیا اُس کا بیاہ
لکھوں میں گر اُس بیاہ کی دھوم دھام — تو پھر یہ کہانی نہ ہووے تمام
بنا ان کی تقدیر کا جو بناؤ — نکالے انھوں نے یہ سب دل کے چاؤ
وہ جیسے کہ اُس باغ میں تھی خزاں — بسے آکے پھر اُس میں سب گل رخاں
محل میں عجائب ہوئے چہچہے — وہ مرجھائے گل پھر ہوئے لہلہے
ہوا شہر پر فضلِ پروردگار — وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام — وہی ناز و انداز کے اپنے کام

وہی بلبلیں اور وہی بوستاں   شگفتہ گل و مجمع دوستاں
انہوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن   ہمارے تمہارے پھریں ویسے دن
ملیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام   بحقِ محمدؐ علیہ السلام
ہوئے جیسے وے شاد ہوں شاد ہم   رہیں شہر میں اپنے آباد ہم
رہے شاد نوابِ عالی جناب   کہ ہے آصف الدولہ جس کا خطاب
خوشی اس کی ہے سروِ باغ مراد   رہے روشن اس کا چراغِ مراد
بحقِ حسین و امامِ حسن   رہوں شاد میں بھی غلامِ حسن
ذرا منصفو داد کی ہے یہہ جا   کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
زبس عمر کی اس کہانی میں صرف   تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
جوانی میں جب بن گیا ہوں میں پیر   تب ایسے ہوئے ہیں سخن بے نظیر
نہیں مثنوی ہے یہہ ایک پھلجھڑی   مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی
نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں   نہیں مثنوی ہے یہہ سحر البیاں
رہیگا جہاں میں مرا اسسے نام   کہ ہے یادگارِ جہاں یہہ کلام
ہر ایک بات پر دل کو میں خوں کیا   تب اس طرح رنگیں یہہ مضموں کیا
اگر واقعی غور ٹک کیجئے   صلا اس کا کم ہے جو کچھ دیجئے
غرض جس نے اس کو سنا یہہ کہا   حسن آفریں مرحبا مرحبا

جو منصف سُنینگے کہینگے سبھی    نہ ایسی ہوئی ہی نہ ہوگی کبھی
مِرے ایک مُشفِق ہیں مرزا قتیل    کہ ہیں شاہراہِ سُخن کی دلیل
سُنی مثنوی جب یہہ مجھہ سے تمام    دیا اِس کی تاریخ میں انتظام
زبس شعر کہتے ہیں وے فارسی    ہر ایک شعر اُن کا ہی جوں آرسی
اُنھوں نے شتابی اُٹھا کر قلم    یہہ تاریخ کی فارسی میں رقم
بہ تفتیشِ تاریخِ این مثنوی    کہ گفتمش حسن شاعرِ دہلوی
زدم غوطہ در بحرِ فکرِ رسا    کہ آمدم بکف گوہرِ مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا    برین مثنوی باد ہر دل فدا
میاں مُصحفی کو جو بھایا یہہ طور    اُنھوں نے بھی کہہ فکر ازراہِ غور
کہی اِس کی تاریخ یوں برمحل    یہہ بُت خانۂ چین ہی بے بدل

## فہرست مثنوی میر حسن دہلوی کی

| صفحہ | کیفیت |
|---|---|
| ۱ | احوال مُصنّف کا |
| ۹ | حمد میں |
| ۱۱ | نعت حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی |
| ۱۳ | منقبت حضرت امیرُالمُؤمنین کی |
| ۱۵ | مُناجات |
| ۱۶ | تعریف سخن اور مدح شاہ عالم بادشاہ کی |
| ۱۷ | مدح وزیر آصفُ الدّولہ کی |
| ۲۲ | آغاز داستان |
| ۲۸ | تولّد ہونے شاہزادہ بے نظیر کی |
| ۳۳ | تیّاری میں باغ کی |
| ۳۹ | حمّام کے نہانے کی لطافت میں |
| ۴۲ | شاہزادے کے کوٹھے پر سونے اور پری کے اُڑا لیجانے کی |
| ۴۸ | شاہزادے کے غائب ہونے اور اُس کے غم سے ماں باپ کی حالت تباہ ہونے کی |

| صفحہ | کیفیت |
|---|---|
| ۵۲ | پرستان میں لیجانے کی |
| ۵۶ | گھوڑے کی تعریف میں |
| ۵۷ | وارد ہونے بے نظیر کے بدر منیر کے باغ میں اور عاشق ہونے میں اُسکے |
| ۶۱ | بدر منیر کی تعریف میں |
| ۶۸ | زلف اور چوٹی کی تعریف و صحبت اوّل کے بیان میں |
| ۷۸ | دوبارہ بے نظیر کے آنے اور باہم بے تکلف ملاقات کے میں |
| ۸۸ | بدر منیر کے غم و اندوہ اور حسن بانو کے بلانے میں |
| ۹۵ | بے نظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری میں |
| ۹۶ | بے نظیر کے فراق اور نجم النسا کے تسلی دینے میں |
| ۹۸ | خواب دیکھنا بدر منیر کا بے نظیر کو کوئے میں |
| ۱۰۲ | نجم النسا کے جوگن ہونے میں |
| ۱۰۶ | فیروز شاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونے میں جوگن پر |
| ۱۱۰ | فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بلانے میں |
| ۱۱۸ | پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رخ کو |

| صفحہ | کیفیت |
|---|---|
| ۱۱۹ | کوئے سے نکالنے میں بے نظیر کے |
| ۱۲۶ | بے نظیر و بدرِ مُنیر کے ملنے اور اُس کے باپ کو رقعہ لکھنے میں |
| ۱۳۴ | بے نظیر اور بدرِ مُنیر کے بیاہ اور اُسکے تجمّل میں |
| ۱۳۹ | بے نظیر کے براتیوں کے ہار پان کی تقسیم میں |
| ۱۴۳ | بے نظیر بدرِ مُنیر کو اپنے وطن لیجانے اور ماباپ سے مُلاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں |
| | غلطنامہ سب کے آخر |


## غلطنامہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳ | ۱ | اِسم | اسم |
| - | ۱۴ | بہ ظاہر | بر ظاہر |
| ۴ | ۱۰ | سنی | سُنی |
| - | ۱۴ | کہسی | کہنی |
| ۶ | ۵ | مرسئے | مرثئے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۹ | ۱۳ | عِزّ | عزّ |
| - | ۶ | ہزدہ | ہژدہ |
| - | ۲۱ | بسگان | بسگاں |
| - | ۱۶ | بہ لوہر | نہ گوہر |
| ۱۱ | ۱ | بایر | باہر |
| - | ۳ | پھرے | پہرے |
| - | ۱۰ | دریاکے | دریاکا |
| ۱۲ | ۳ | کفرو اسلام | کفرِ اسلام |
| - | ۱۵ | اس | اِس |
| ۱۳ | ۱۰ | سنبل | سُنبُل |
| - | ۲ | زوجِ | زوجِ |
| ۱۵ | ۲ | تیارِ | نثارِ |
| - | ۱۵ | کریم | رحیم |
| ۱۶ | ۹ | گیسو | گیسو |
| - | ۱۲ | الٰہی | الٰہیٰ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۷ | ۳ | آصف | آصَف |
| ۱۷ | ۱۱ | چہک - بحری چہک | چہک - بھری |
| - | ۱۹ | طرح | طرَح |
| ۱۸ | ۵ | میل | مِیل |
| - | ۹ | اونی سے | اونی سی |
| ۱۸ | ۱۱ | بازے - کے | بازے - کی |
| - | ۱۵ | سدا | صدا |
| - | ۱۱ | زمیں پر | زمیں میں |
| ۱۹ | ۲ | نزاد | نژاد |
| ۲۰ | ۱۹ | یہ سمجھو | نہ سمجھو |
| ۲۱ | ۳ | چیتا | چیتا |
| - | ۹ | بھالے | بھاگے |
| - | ۱۱ | کریں | کرے |
| - | ۱۵ | یک | ایک |
| ۲۵ | ۹ | قرآن | قرآں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۰ | ۵ | نجومی | نُجومی |
| - | ۹ | وے سب | سب وے |
| - | ۱۴ | بنہس | پشناس |
| - | ۱۱ | تو ہیں سو پُھاں | بیٹھو ہیں یاں |
| - | ۱۶ | ان کا کُھاں | اُنکا کہاں |
| ۲۶ | ۱۳ | پاچواں | پانچواں |
| ۲۷ | ۱۱ | منجم | مُنتجم |
| ۲۸ | ۵ | لئے | گئے |
| ۲۹ | ۱۰ | نیا | بنا |
| ۲۹ | ۱۲ | سُکھرتی | سُگھرتی |
| [illegible] | ۳ | دھرپد | دُھرپت |
| | ۱۳ | راں | راگ |
| ۳۴ | ۱۲ | کھرے | کھڑے |
| - | ۱۴ | پھری | ہری |
| ۳۵ | ۱۰ | مول سیر | مول شہر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۵ | ۱۳ | پنجم | پُنجم |
| ۳۶ | ۱۴ | اگے | آگے |
| ۳۷ | ۹ | ہیئت | ہئیت |
| ۳۹ | ۱۵ | بدرِ مُنیر | ماہِ مُنیر |
| ۴۰ | ۱۱ | جون | جوْن |
| = | ۱۴ | لے | بے |
| ۴۱ | ۱۶ | روپہری | رُپہری |
| ۴۲ | ۲ | مالکی | مالکی |
| ۴۳ | ۲ | مایہ | پایہ |
| ۴۳ | ۴ | تفاوت | تفاوُت |
| ۴۳ | ۶ | جائیں | جائیں |
| ۴۵ | ۸ | اُس | اِس |
| ۵۱ | ۷ | الم - سرا | علم - پرا |
| ۵۲ | ۲ | بک | یک |
| ۵۶ | ۴ | پھر | پِھر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۶ | ۱۶ | کو | کے |
| ۵۷ | ۳ | ستاروں | ستارے |
| ۵۹ | ۱ | زے | رہ |
| ۶۰ | ۱۰ | پڑے | پرے |
| ۶۱ | ۴ | پلا | پہلا |
| ۶۲ | ۷ | حھانک | جھانک |
| ۶۳ | ۳ | مانوں | پانوں |
| - | ۴ | سراما | سراپا |
| - | ۱۱ | صرور | ضرور |
| ۶۴ | ۱۰ | مائمال | پائمال |
| - | ۱۳ | ما | پا |
| ۶۵ | ۱۵ | مڑھیں | پڑھیں |
| ۶۶ | ۹ | تکمہ | تُکمہ |
| ۶۸ | ۳ | کوْلے | کولے |
| ۶۹ | ۷ | ہی | ہی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۰ | ۶ | پرکے | بھرکے |
| ۷۱ | ۷ | دہر | دھر |
| ۷۳ | ۲ | بجش | جس |
| - | ۴ | بھہ | بھی |
| ۷۴ | ۸ | حوں | جوں |
| - | ۱۲ | یعسے | یعنے |
| ۷۵ | ۷ | سہار | بہار |
| - | ۱۳ | کی | کے |
| ۷۶ | ۱۰ | کماں | کُناں |
| - | ۱۳ | جد | بند |
| ۸۰ | ۲ | اسے | اُسے |
| - | ۴، ۱۳ | پاسر پہیے | پاگڑ پہنے |
| ۸۱ | ۱۵ | لگی | لگے |
| ۸۲ | ۲ | + | داستان پری کے دریافت کرنے کی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۴ | ۱۵ | + | اندھیرے نے اُسکا کیا دم خم<br>کہ جوں لے سیاہی کیسی کو دبا |
| ۸۵ | ۹ | طلمت | ظُلمت |
| ۸۶ | ۱۴ | زندکانی | زِندگانی |
| ۸۷ | ۳ | کیا | کہا |
| - | ۳ | ہ | ہی |
| ۸۸ | ۸ | کیبکی | کیتکی |
| ۹۰ | ۲ | عشق | غش |
| - | ۸ | دوبلا | دوبالا |
| ۹۱ | ۸ | حال | چال |
| - | ۱۱ | وہن | وُہ ہیں |
| ۹۲ | ۱ | ترے | کترے |
| ۹۶ | ۱۰ | پر | پہ |
| ۹۶ | ۱۱ | جاندنی | چاندنی |
| ۹۶ | ۱۲ | + | داستان |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ١٠٠ | ٦ | چھپے | چھُپتے |
| - | ٩ | نُکْیلی | نُکیلی |
| - | ١٢ | اُس ے | اُس نے |
| - | ١٥ | اُنھں | اُنھیں |
| ١٠١ | ١١ | خو | ڈول |
| ١٠٢ | ٤ | سرو وگل ہو | سبزۂ وُگل، گلستاں |
| ١٠٣ | ٧ | وُے | وے |
| ١٠٥ | ٤ | درختوں کی | درختوں کو |
| ١٠٦ | ١١ | ذلل | ذیل |
| ١٠٧ | ١٦ | سر | بستر |
| ١٠٨ | ٢ | امنا | اپنا |
| ١٠٩ | ٢ | گئیے | گیا |
| - | ٤ | گھُل | گُل |
| ١١١ | ٥ | لہ | کہ |
| ١١٢ | ١١ | اس لیے | اُس کے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ١١٤ | ٢ | تپ | تب |
| - | ٣ | خون | خوں |
| - | ٦ | سنبمھالنا | سنبھالتا |
| ١١٥ | ١٥ | اہا | کہا |
| ١١٦ | ٤ | ہمیشے | ہمیشہ |
| ١١٨ | ١٥ | چپ سے اپنے | چپ سے اپنی |
| ١٢٠ | ١ | بوسے وہ گل | بوسے وہ گل |
| - | ٩ | تھے | تہا |
| - | ١١ | وہ گل | وہ گل |
| ١٢١ | ٥ | اس کے | اس کا |
| ١٢٢ | ٣ | پہنچیں | پہنچے |
| ١٢٢ | ١٠ | ونہیں | انہیں |
| ١٢٣ | ٧ | بن لئی | بن گئی |
| ١٢٤ | ٨ | پھر | پھر |
| - | [illegible] | + | یہہ سنتے ہی پہلے تو غش کر گئی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | کھیے تو کہ حیرت میں آ مر گئی |
| ۱۲۵ | ۱ | دلایا | دیالا |
| - | ۱۱ | بُسنکر | سُنکر |
| ۱۲۵ | ۱۶ | پروا ہی | پروا ہی |
| ۱۲۹ | ۷ | اوُر رُخِ | اوُر رُخ |
| - | ۸ | گلزار سے | گُلزار سے |
| ۱۲۹ | ۱ | وہاں | وُہاں |
| - | ۱۱ | طِلائی | طِلاکی |
| - | ۱۴ | بِھرے | بِھرنے |
| ۱۳۱ | ۱ | لی | کی |
| - | ۳ | مُرے | کرے |
| - | ۱۰ | سے | ہی |
| - | ۱۶ | ماد | یاد |
| ۱۳۲ | ۱۰ | لو | کو |
| - | ۵ | ہیش - برتنا | ہی - بُرنا |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۳۳ | ۳ | فوج | فوٗج |
| - | ۵ | واں | وُہی |
| ۱۳۳ | ۷ | کو | کوٗ |
| ۱۳۳ | ۱۱ | + | نہ نازی یہہ کچھ زسمہ پیوند ہی<br>ہمیشہ سے عالم بروٗمند ہے |
| ۱۳۳ | ۱۳ | لگا | کھُلا |
| ۱۳۳ | ۱۰ | اپنے دعوے - ملاپ | اپنی باتی - ونگ |
| - | - | بخاطر نہ | نہ خاطر میں |
| ۱۳۴ | ۱۰ | کا | سے |
| ۱۳۵ | ۷ | رکھہ | رکھہ |
| ۱۳۵ | ۱۲ | رواں | رَواں |
| ۱۳۶ | ۳ | ان | اُن |
| ۱۳۶ | ۴ | کھاونے | کِھاونے |
| ۱۳۶ | ۵ | جون | جوٗن |
| ۱۳۶ | ۹ | ساتھہ | ہاتھہ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۳۷ | ۲ | سرسبز | سردار |
| ۱۳۷ | ۹ | کرہیں | کرنیں |
| ۱۳۸ | ۳ | دِکھانی | دِکھائی |
| ۱۳۸ | ۴ | تبورا | تنبورا |
| ۱۳۸ | ۵ | نائکے | نائکا |
| ۱۳۸ | ۶ | چِبا | چبا |
| ۱۳۸ | ۸ | مُہرنکے | مُہری کے |
| ۱۳۹ | ۳ | گھوڑیاں | گھوڑیاں |
| ۱۳۹ | ۴ | گھرمی | گھڑے |
| ۱۳۹ | ۴ | میٹھی سی | میٹھے سے |
| ۱۳۹ | ۷ | کی | کے |
| ۱۳۹ | ۱۳ | یاز | بار |
| ۱۴۰ | ۱ | لہ | کہ |
| ۱۴۰ | ۲ | سُہانی | شہانی |
| ۱۴۰ | ۸ | کوئی | کوئی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۴۰ | ۱۶ | بانو | پانوں |
| ۱۴۲ | ۳ | درکارِ | درکار |
| ۱۴۲ | ۱۳ | بنھایا | نباہا |
| ۱۴۳ | ۴ | ہُم | تُم |
| ۱۴۳ | ۶ | تسّاں دُے ونکلے ادھرکونچلے | تسّاں دونہہ دیکھے اُدھر چلے |
| ۱۴۳ | ۹ | ایک شہر | ایک نہر |
| ۱۴۴ | ۹ | اُس | اِس |
| ۱۴۴ | ۱۱ | اور بابُل | اور وُہ بابُل |
| ۱۴۴ | ۱۴ | پری | بری |
| ۱۴۵ | ۵ | وے دونوں کے | اور اُن دونوں |
| ۱۴۵ | ۱۳ | جیسے | جیسی |
| ۱۴۶ | ۱۲ | نہان | نہیں |
| ۱۴۷ | ۳ | میں | کو |
| - | ۷ | گوہر | گوہرِ |